

اس شمارے میں

۵	اور اب حضرت بابا فرید گنج شکر رحمہ اللہ کے دربار پر دھاکہ	(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری
۷	پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا	علامہ احمد علی قصوری
۱۵	غم نامہ بسلسلہ سانچہ داتا دربار و عبداللہ شاہ غازی علیہما الرحمۃ	السید یوسف ہاشم الرفاعی
۱۷	حج، عمرہ اور حاضری مدینہ منورہ	(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری
۲۹	قربانی --- فضیلت و اہمیت اور احکام و مسائل	مولانا محمد ناصر خان چشتی
۴۴	اوجھڑی کھانا جائز ہے	علامہ سید ابوالبرکات قدس سرہ
۴۵	حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ اور مسیلہ پنجاب	ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری
۵۷	امیر المومنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	مولانا محمد ناصر خان چشتی
۶۷	زکوٰۃ کے مصارف	پروفیسر مولانا غلیل احمد نوری
۷۹	حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمہ اللہ	طیبہ ضیاء چیمہ
۸۲	تبصرہ کتب	مدیر اعلیٰ
۸۶	یاد و ننگان	مدیر اعلیٰ
۸۹	طبی موت اور ڈاکٹر کی ذمہ داری	پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہ تہاڑ
۹۳	”چندر روز مصر میں“ ماہ نامہ السعید کا تبصرہ	حافظ محمد فاروق خان سعیدی
۹۶	اوقات نماز	ادارہ

منظومات

۳	حمد خالق عوالم جلّ جلالہ	راجا رشید محمود
۴	نعت رحمت عوالم رحمہم	راجا رشید محمود
۱۶	نعت شریف	محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری
۲۵	آئی تسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم	بیدم شاہ وارثی
۲۶	سرور کوئین رحمہم کی نعتیں	حفیظ تائب
۲۷	سلام بخضر خیر الانام رحمہم	علامہ محمد شہزاد مجددی
۹۵	اعلیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین میں	راجا رشید محمود



ماہ نامہ نور الحیب میں کاروباری اشتہار دینے والے اداروں یا افراد سے معاملات کا ادارہ نور الحیب ذمہ دار نہیں ہے۔
ادارہ کا مضمون نگار کی آراء سے شفق ہونا ضروری نہیں ہے۔



حمد خالق عوالم

مارے ہیں ہاتھ پاؤں جس نے بھی فکر فن میں
خوشبو بکھیر دی ہے توحید کے بیاں نے
اللہ چاہتا ہے فکر و عمل میں سنگت
پاتا نہیں سکینت جب کعبے حاضری کی
سب ہاتھ کی لکیریں گائیں گی نعت سرور رحمہم
بارے میں المہیمن، قدوس و کبریا کے
جو کچھ ہے، سب کیا ہے تخلیق تیرے رب نے
میزاب زر پہ ہوتی دیکھی نثار جب بھی
اپنے قریب رب نے کس کو بلا لیا ہے
ورد و درود سرور رحمہم میں منہمک ہے احقر
پاتے تھے ملک میں جو زور بیاں میں خوشیاں
وہ رب کی نعمتوں پر تھوڑی توجہ دے لے

مصروف حمد ساری مخلوق ہے خدا کی
کوئی اُچ نہیں ہے محمود تیرے فن میں

راجا رشید محمود



نعت رحمتِ عوالم ﷺ

کچھ
بیان
اپنا

..... اور اب حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے دربار پر دھماکہ

نور الحبیب کی کاپیاں پریس بھجوانے کے لیے تیار تھیں کہ آج صبح شہنشاہ ولایت شیخ الاسلام و المسلمین حضرت سیدنا بابا فرید الدین مسعود گنج شکر قدس سرہ العزیز کے دربار عالیہ کو دہشت گردی کا نشانہ بنائے جانے کی روح فرسا خبر نشر ہوئی۔۔۔ جس کے نتیجے میں آٹھ افراد نے جام شہادت نوش کیا اور ۲۵ سے زائد زائرین زخمی ہوئے۔۔۔ ذرائع کے مطابق ۱۰ اکلوزنی بم موٹر سائیکل پر رکھا گیا تھا۔۔۔

حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ وہ محسن و مبلغ اعظم ہیں جنہوں نے اسلام کے پرچم کو بلند کیا، لوگوں کے دلوں کو ایمان کی حلاوت سے آشنا کیا، انھیں کلمہ پڑھایا اور محبتوں کی خیرات تقسیم کی۔۔۔ آپ کے وصال کو کم و بیش آٹھ صدیاں بیتنے کو ہیں مگر آج بھی آپ کا فیضان روز افزوں ہے۔۔۔ امن و سکون کے اس گہوارے اور مرکز مہر و محبت پر حملہ ملک و ملت، انسانیت اور اسلام کے دشمنوں کی گھناؤنی سازش اور بدترین حرکت ہے۔۔۔

بھرتا ہے یہ قلائعیں مدح نبی ﷺ کے بن میں
شرینی گھول دے گا ذکر نبی ﷺ دہن میں
درکار ہے نبی جی! ہم کو سکون وطن میں
جنگِ اُحد تھی یا تھا غزوہ حنین والا
تسکین پا رہا ہوں، ہوں خرمی شناسا
شہرِ رسول رب ﷺ سے جو ہو کے آرہی ہے
تازہ ہوائے طیبہ دیتی ہے ساتھ میرا
والتَّجَمُّع اور اسرا میں بھی وہ کھل نہ پائیں
سب کے لیے حصولِ تعلیم تو ہے لازم
آقا ﷺ کے دشمنوں سے امید خیر کیسی
لب پر نبی ﷺ کی نعتیں، دل جلبِ منفعت پر
خامے پہ اور لب پر ذکرِ حضور ﷺ ہوگا

پایا گیا ہے ہوتا محمود ذکرِ سرور ﷺ
بستی میں، بحر و دریا میں، دشت میں، چمن میں

راجا رشید محمود



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَكَ
اس سے پہلے صوبہ سرحد کے کئی مزارات، لاہور میں حضرت داتا گنج بخش قدس سرہ العزیز
اور کراچی میں حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہوں کو بھی نشانہ بنایا جا چکا ہے،
جس سے کئی افراد قتلہ اجل بنے اور سیکڑوں زخمی ہوئے۔۔۔ اگر ان حملوں کے اصل مجرموں کو
گرفتار کر کے انہیں کیفر کردار تک پہنچا دیا گیا ہوتا تو آج یہ سانحہ رونما نہ ہوتا۔۔۔
ان مزارات پر حملہ اسلام اور پاکستان کی بدنامی اور انسانیت کی تذلیل ہے۔۔۔
ان سفاکانہ اور انسانیت سوز کارروائیوں میں ملک دشمن قوتیں، غیر ملکی ایجنٹ اور ان کے
آلہ کار بننے والے افراد و تنظیمات کا ہاتھ نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو بزرگان دین اور ان کے
مزارات کے خلاف معاندانہ رویہ رکھتے ہیں۔۔۔

بزرگان دین کے آستانے اہل پاکستان ہی نہیں عالم اسلام کے مسلمانوں کی عقیدتوں
اور محبتوں کے مراکز ہیں۔۔۔ حکومت کا فرض ہے کہ وہ ان کے تحفظ کو یقینی بنائے اور
انسانیت دشمن دہشت گردوں کا سراغ لگا کر انہیں مرتع عبرت بنائے۔۔۔
اس موقع پر سواد اعظم اہل سنت و جماعت کے جملہ علماء و مشائخ اور بالخصوص آستانوں کے
سجادہ نشینوں کو چاہیے کہ وہ اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے مشترکہ اور موثر اجتماعی حکمت عملی
بروئے کار لائیں۔۔۔

اللہ تعالیٰ ہمارے حال پر کرم فرمائے اور پاکستان کو اپنے خاص حفظ و امان کے ساتھ
امن و سکون کا گہوارہ بنائے۔۔۔

آمین بجاہ طہ و یسّ صلی اللہ علیہ و علی آلہ و صحبہ اجمعین

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری

مدیر اعلیٰ ماہ نامہ نور الحبیب

بصیر پور شریف

۲۵ اکتوبر ۲۰۱۰ء



پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

علامہ احمد علی قصوری
صدر مرکز اہل سنت پاکستان

ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کے بہت سے سوالات بہت سے افراد کے لیے پریشانی،
گھبراہٹ، بے چینی، ڈپریشن اور بالآخر مایوسی و قنوطیت اور بعض اوقات شدید گمراہی کا سبب
بن جاتے ہیں۔ یہ سوالات فرد، گھرانہ، قبیلہ، سماج، معاشرہ، قوم، وطن، ایمان، اخلاق، دولت،
عزت، شہرت، صحت اور انسانی زندگی کے دیگر کسی نہ کسی حوالے سے کبھی انفرادی اور کبھی اجتماعی طور پر
پیش آتے ہیں۔ ہر انسان کو مختلف حالات و واقعات میں اپنی انفرادی، طبقاتی، گروہی، اجتماعی زندگی میں
کسی نہ کسی رنگ میں لازماً ان سے واسطہ پڑتا ہے اور پھر وہ اپنی سوچ بوجھ، صلاحیت اور وسائل کے مطابق
ان سے نبرد آزما ہو کر کامیابی یا ناکامی سے ہمکنار ہوتا ہے۔

فی الوقت وطن عزیز پاکستان میں عددی اعتبار سے ایک ”محدود و معدود اقلیت“ کو چھوڑ کر کم و بیش
۹۰-۸۰٪ انسان جیسے تیسے کر کے کس مہر سی اور بے بسی کی زندگی گزار رہے ہیں، بلکہ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَكَ
واقعاتی حقیقت یہ ہے کہ زندگی انہیں گزار رہی ہے۔ روز بروز بے روک ٹوک بڑھتی ہوئی مہنگائی،
غیر منصف اور استحصالی معاشرے کی بے لگام لوٹ کھسوٹ، کرپشن، رشوت، اقربا پروری، غنڈہ گردی،
قتل و غارت گری، بد امنی، دہشت گردی اور دیگر ہمدون بدترین اخلاقی برائیوں نے ہر پھلے مانس
شہری کی زندگی اس طرح اجیرن بنا دی ہے کہ اس کے لیے ان کا علاج ڈھونڈنا اور مداوا کرنا تو کجا
وہ تو یہ بھی معلوم نہیں کر سکتا کہ ان میں جرمی بیماریاں کون سی ہیں اور جراثیمی اسباب کون سے ہیں؟
فی الوقت قومی زندگی میں لادینیت پر مبنی اور اخلاقیات و روحانیت سے عاری مادہ پرستانہ
افکار و نظریات کے علم برداروں اور شیدائیوں نے ایسی پوزیشن سنبھال رکھی ہیں کہ جن سے بظاہر
یہ محسوس ہوتا ہے کہ حال و مستقبل کے وہ مستقل غالب و فاتح بن چکے ہیں۔ بالخصوص یہ محسوسات
اس وقت زیادہ شدت و وحدت اختیار کر جاتے ہیں جب بیرونی منفی عوامل بھی آکر ان کے ساتھ
شامل ہو جاتے ہیں یا کرا دیے جاتے ہیں۔ جب بیرونی عوامل میں عالمی سطح کی لادینی، طاغوتی،
ایلیسی، سامراجی، استعماری اور استحصالی قوتیں الگ الگ یا مشترکہ طور پر اپنے مخصوص نظریات
کے ایجنڈے، سیاسی، معاشی اور عسکری دباؤ، تہذیبی اور ثقافتی یلغار کے ذریعے، خفیہ مکاریوں اور
علانیہ جارحانہ عملی اقدامات کر کے ہمیں مکمل طور پر ملیا میٹ کرنے یا مستقل غلام بنانے پر تلی ہوئی
نظر آتی ہیں تو اگرچہ ایمان دین و وطن میں سے انفرادی طور پر بہت بڑی تعداد کا پریشانی و اضطراب
میں مبتلا ہونا اور پھر اجتماعی سطح پر خلفشار و انتشار کا شکار ہو جانا ناگزیر ہو جاتا ہے یا بنا دیا جاتا ہے،
لیکن یہیں تو امتحان ہوتا ہے اور یہی سوچنے، سمجھنے اور فیصلہ کرنے کا موڑ ہوتا ہے۔ کشمکش حیات کے
ایسے لمحات میں ”مردانِ راہ“ نہ تذبذب کا شکار ہوتے ہیں، نہ ڈگمگاتے ہیں، نہ مرعوب ہوتے ہیں،
نہ اپنی راہ کھوٹی کرتے ہیں، بلکہ وہ ایمانی شعور، اخلاقی جرأت و ہمت اور عزم و استقلال سے
کام لیتے ہوئے نہ صرف منفی عوامل اور تخریبی قوتوں کے سامنے ڈٹ جاتے ہیں بلکہ ان کا رخ
پھیر دیتے ہیں۔ ان کا منشور و اعلان کچھ اس انداز کا ہوتا ہے کہ:

نہ سر جھکا کے جیے، نہ منہ چھپا کے جیے ستم گروں کی نظر سے نظر ملا کے جیے
اگر ایک رات کم جیے تو حیرت کیوں ہم ان کے ساتھ تھے جو مشعلیں جلا کے جیے

قافلہ مردانِ راہ کے ایک سرخیل ماہ نامہ ”نور الحیب“ کے مدیر محترم اپنے صاحبزادہ
محمد محبت اللہ نوری صاحب بھی ہیں کہ اپنے لیے کم اور ملک و ملت اور دین و مسلک کے لیے زیادہ
ماہ نامہ ”نور الحیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۸ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَكَ
بے چین رہتے ہیں اور ”سارے جہاں کا درد میرے جگر میں ہے“ کی تصویر بنے رہتے ہیں۔
گزشتہ چند ملاقاتوں میں ملکی، قومی، مسلکی، ملی، مسائل کے حوالے سے جو چند ایک معروضات
ان کے گوش گزار کی جاتی رہی ہیں، ان میں سے چند ایک کا خلاصہ بایں غرض پیش خدمت ہے کہ
”احباب نور الحیب“ اصلاح فرمادیں۔ بحیثیت مسلمان اور بحیثیت پاکستانی بیرونی دشمنوں
کی طرف سے ہمیں جن مختلف النوع مسائل و مصائب کا سامنا ہے، ان میں رحمت کائنات
ہمارے آقا و مولیٰ ﷺ کی کھلے عام اہانت، ان کے توہین آمیز خاکوں کی بار بار اشاعت،
قرآن کریم کے متن میں تبدیلی، بلکہ مکمل جعلی ایڈیشن کی اشاعت، ایک دریدہ دہن امریکی پادری
کی طرف سے قرآن کریم جلانے کے مقابلے منعقد کرانے کی جسارت، عالم کفر کے باہمی اشتراک
بالخصوص ابلیس اعظم امریکہ کی اشیر باد سے بعض یورپی ممالک میں اسلامی حجاب پر پابندیاں
عائد کرنے کے اقدامات، بعض ممالک میں مساجد کی تعمیرات بالخصوص میناروں پر پابندی،
یہودیوں کے خصوصی انتظامات اور سرپرستی سے سود پر مبنی بینکوں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں اور مالیاتی اداروں
کی جکڑ بندیاں، امت مسلمہ کو عمریانی، فحاشی اور بے حیائی کے سیلاب میں غرق کرنے اور شہوانی جذبات
براہیچہ کرنے کے لیے دل فریب، مسوکر اور اثر انگیز پروگرامز اور نشریات، عالم اسلام کے مکمل استحصال
اور تباہ کن استیصال کے منصوبہ جات اور عملی اقدامات وغیرہ ایسے احوال ہیں جن میں عام مسلمان کو
روحانی بے چینی، فکری گمراہی، ذہنی پراگندگی، شہوانی بھجان اور معاشی بد حالی وغیرہ میں مبتلا کرنے کے لیے
کافی سامان ہے۔ ان سارے منفی عوامل کی زہرناکی بالخصوص اس صورت میں کئی گنا زیادہ بڑھ جاتی ہے
جب ملک و ملت میں موجود ملحد دانش ور، بزدل و بے غیرت لیڈر اور گمراہ سیاست دان، اپنے پیٹ سے
آگے نہ دیکھنے والے مذہبی رہنما، زر پرست تاجر، صنعت کار، سفاک جاگیر دار، تہذیب مغرب کے
اندھے نقال اور بے حیا مردوزن، شعوری یا غیر شعوری طور پر غیر وں کی نقالی اور غلامی کو قبول کر لیتے ہیں۔
خود اختیار کردہ ذہنی شکست خوردگی ہمیشہ مکمل عسکری شکست سے زیادہ تباہ کن ہوتی ہے۔ قوم کے
بالا تر طبقات جب گمراہی اور بے راہروی کا شکار ہو کر اپنے فسق و فجور بلکہ کفر و شرک کو ہی اسلام و ایمان
سمجھنے سمجھانے لگیں تو عام مسلمان جتنا خلص و باشعور ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ تڑپتا ہوا فریاد کنناں ہوگا کہ

اب تو ہی بتا تیرا مسلمان کدھر جائے

مفکر پاکستان دانائے راز حکیم الامت علامہ اقبال نے Leading Role (رہنمایا نہ کردار) ادا کرنے کے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
ہر ایک دعوے دار اور ٹھیکیدار کو کیا خوب غیرت مندانہ اور ناصحانہ انتباہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

5

از غلامی فطرتِ آزاد را رسوا کن

تاتاشی خوابہ ، اے از برہمن کافر تری

”(غیروں کی) غلامی سے (اپنی) آزاد فطرت کو ذلیل نہ کر۔ اگر تو کسی (غیر) کو

اپنا آقا بنا تا ہے تو پھر تو برہمن سے بھی بڑا کافر ہے۔“

علامہ کے اس فرمان ناطق اور قول فیصل کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ امت مسلمہ کی سطح پر بالخصوص پاکستان کی سطح پر سب سے بڑا پرانہ اور مسئلہ یہی ”کافر مسلمان“ ہیں۔ اسی قبیلے کا گرو گھنٹال پرویز مشرف، وہ ایک بچھا اور گویا جس نے امت مسلمہ اور آئین پاکستان سے غداری کرتے ہوئے برادر ہمسایہ اسلامی ملک افغانستان پر شیطان بزرگ امریکہ کی قیادت میں ۵۶ دشمن ممالک کی فوجوں کو حملے کرنے اور اسے تباہ و برباد کرنے کے لیے نہ صرف پاکستان کے فوجی اڈے دیے بلکہ انہیں اسلحہ، غلہ، تیل اور دیگر ضروری اشیاء کی سپلائی کے لیے محفوظ راستے مہیا کیے۔ محسن ملک و ملت ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو جبرناروا کے ذریعے رسوا کیا، چند ڈالروں کے عوض قوم کے بیٹوں اور بیٹیوں کو فروخت کیا، امریکہ اور اس کے اتحادی نیٹو ممالک کے ساتھ پاکستانی سرحدیں پامال کرنے اور اندرون پاکستان ڈرون طیاروں کے حملوں کے خفیہ معاہدے کیے، جن کے نتائج یہ قوم آج تک بھگت رہی ہے۔ مقام ماتم یہ ہے کہ ہماری موجودہ منتخب حکومت نے اس ملت فروش کو نہ صرف یہاں سے باعزت طور پر رخصت کر دیا بلکہ اس فوجی آمر اور امریکی ایجنٹ نے بالکل ناجائز دباؤ میں آ کر جو احمقانہ اور بزدلانہ پالیسیاں اختیار کی تھیں، ہماری ”منتخب جمہوری حکومت“ وہی جاری رکھ کر پرویزی چیلے اور امریکی لیلے کا کردار ادا کر رہی ہے۔ ایسی ہی جمہوریت کی اصلیت بے نقاب کرتے اور جمعیت آشکارا کرتے ہوئے حضرت علامہ اقبال نے درست فرمایا تھا:

ہے وہی ساز کہن مغرب کا جمہوری نظام جس کے پردوں میں نہیں غمرازنائے قیصری

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

مجلس آئین و اصلاح و رعایات و حقوق طب مغرب میں مزے ٹٹھے، اثر خواب آوری

گرمی گفتارِ اعضائے مجالس، الاماں یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۱۰ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

اس سراب رنگ و بو کو گلستاں سمجھا ہے تو

آہ اے ناداں! قفس کو آشیاں سمجھا ہے تو

مفہوم: مغربی اقوام نے ”عوام کی حکومت“ کا دل فریب نعرہ دے کر جو جمہوری نظام متعارف کرایا ہے، یہ عوام کو بے وقوف بنانے کا ایک حربہ ہے، کیوں کہ اس کے پس پردہ دراصل رعایا کا خون چوسنے والی بادشاہت ہی ہے۔ عوام کی حکومت کے لبادے میں ظالمانہ بادشاہت کا بھوت ہی رقص کرتا ہے اور اے بھولے انسان! تو اس سفاک جن کو خوب صورت پری سمجھ بیٹھتا ہے۔ یہ جو عوام کو بہلانے کے لیے قانون ساز اسمبلی بنادیتے ہیں اور عوام کو ان کے حقوق دینے دلانے کی باتیں کی جاتی ہیں، رعایتیں دینے کے جھانسنے دیے جاتے ہیں، خوب صورت اصطلاحات کا شور و غوغا ہوتا ہے، یہ سب مغربی طریق علاج اور ادویات کے فریب ہیں۔ طریقہ بڑا خوب صورت اور دوائی بڑی میٹھی، لیکن اس کی تاثیر اور نتیجہ مریض کو غافل و مدہوش کر دینے والا ہے۔ اسمبلیوں کے ارکان کی اکثر باتیں تو بڑی گرم گرم ہوتی ہیں لیکن یہ بھی درحقیقت سرمایہ داروں کی مزید دولت حاصل کرنے اور لوٹ کھسوٹ کے لیے بھاگ دوڑ ہوتی ہے۔

(معروضی حالات میں جنگ زرگری کو جنگ زرداری اور سوئزر لینڈ میں پڑی دولت کے سپریم کورٹ آف پاکستان میں زیر سماعت مقدمات کے تناظر میں پڑھیں تو معنویت واضح ہو جائے گی) جمہوری نظام کے عنوان سے دل و دماغ کو فریب دینے والی ریاستی چالوں کو اے نادان تم نے اپنے لیے آشیانہ سمجھ لیا ہے، جب کہ اصلیت کے اعتبار سے یہ جمہوری نظام ایک پنجرہ ہے (جس میں پھنس جانے والا بے بسی سے بس پھر پھڑاسکتا ہے، لیکن اسے رہائی نہیں ملتی)۔

عوام کو مہنگائی کی چکی میں پیس دیا گیا ہے، بے روزگاری کے عذاب و اذیت میں مبتلا کر دیا گیا ہے اور لوڈ شیڈنگ کے اندھیروں اور چکروں میں اس طرح چکر دیا گیا ہے کہ نہ انھیں کوئی حل بھائی دیتا ہے اور نہ ان میں احتجاج کرنے کی سکت و فرصت باقی ہے۔ قوم کی مسیحائی کی دعوے دار، وعدے دار اور لالچا پوزیشن اپنی کمائی دانٹس کے مطابق اپنا سیاسی مستقبل محفوظ بنانے کی غرض سے ایک نخریلی مجبوسہ کا کردار ہی اپنے لیے مناسب خیال کرتی ہے۔

چلمن سے لگے بیٹھے ہیں سرکار مرے

صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
 سوالات یہ ہیں کہ انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کے ناموس پر حملے، عالمی سطح پر قرآن کریم کی
 بے حرمتی، غیر ملکی اور غیر اسلامی ملکوں کی طرف سے ہماری زمینی اور فضائی سرحدوں کی ہر روز خلاف ورزی،
 ہماری قومی خود مختاری اور ملکی وقار کی پامالی، ڈرون (بے پائلٹ) طیاروں کے حملوں کے ذریعے
 بے گناہ اور معصوم پاکستانیوں کی ایک سے بڑھ کر ایک مظلومانہ شہادت، ٹی وی چینلوں کے ذریعے
 آخری حدیں پار کر جانے والے عریانی، فحاشی اور بے حیائی کے مقابلے، عوام الناس کی رگوں سے
 خون کے آخری قطرے بھی کھینچ لینے والی مہنگائی وغیرہ میں سے اپوزیشن کے کیا نزدیک کوئی مسئلہ بھی
 ایسا نہیں ہے، جس کے لیے لانگ مارچ کیا جاسکے؟ ہمارے حکمرانوں، سیاست دانوں اور مذہبی رہنماؤں
 کی غیرتیں کہاں سو گئی ہیں؟ کیا جب عوام کو ان کی امنگوں کے مطابق آئین و قانون کی بلادستی،
 عدلیہ کے وقار اور ججز کی بحالی کے لیے بلایا گیا تو انہوں نے لبیک کہتے ہوئے تحریک کو نتیجہ خیز نہیں بنایا؟
 کیا جب نیٹو کے ہیلی کاپٹروں کے حملے اور سرحدی خلاف ورزی پر حکومتی اور عوامی سطح پر جان دار اور
 بھرپور احتجاج کیا گیا اور نیٹو کی سپلائی لائن چند روز کے لیے کاٹ دی گئی تو حلالاں کہ یہ صرف
 سانپ کی دم پر پاؤں رکھا گیا تھا، سر پر ضرب نہیں لگی تھی، اس کے باوجود کیا امریکہ سمیت نیٹو ممالک نے
 معافی نہیں مانگی؟ یہ تو قومی اور عالمی حوالوں سے صرف ایک ایک مثال ہے، وگرنہ ہماری ایمانی اور
 اعتقادی تاریخ ایسی بے شمار مثالوں سے بھری پڑی ہے۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدہ عالم دوام

ہماری سیاسی مذہبیت اور مذہبی سیاست دونوں عزت و غیرت کی تجارت میں ملوث ہیں۔
 ایم، ایم، اے (متحدہ مجلس عمل) کی صورت میں جو امید افزا مشترکہ جدوجہد شروع ہوئی تھی، وہ
 اس کے قائدِ اوّل حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی نور اللہ مرقدہ کے وصال کے بعد ہی
 ”مولویانہ میں“ کی زد میں آکر وفات پا گئی۔ اب اپنی اپنی ذلفی اور اپنا اپنا راگ ہے۔ ہاں سچ!
 یاد آیا کہ ”سنی اتحاد کونسل“ تمام ”سنی عظیمیات“ کے اشتراک و اتفاق سے وجود میں آئی ہے۔
 کاش واقعی ایسا ہو اور یہ کونسل اسم با مسمی ثابت ہو سکے تو عوام اہل سنت کی طرح ہمیں بھی بے حد انتہا
 خوشی ہوگی کہ ہماری ایک بہت بڑی تمنا طویل عرصے کے بعد بر آنے اور عوام اہل سنت کی اہم ترین
 ضرورت پوری ہونے کی عملی صورت پیدا ہو، لیکن ماضی کے تلخ تجربات کے پیش نظر عوام مایوس

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۱۲ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
 دکھائی دیتے ہیں کیوں کہ ان کے قائدین گزشتہ دس دس، پندرہ پندرہ، بیس بیس سال سے یہ کہہ کر
 میٹنگیں بلاتے ہیں کہ سوادِ اعظم کے لیے لائحہ عمل طے کیا جائے گا اور جلسے، کانفرنسیں یہ کہہ کر منعقد کرتے ہیں
 کہ وہاں آئندہ کے لائحہ عمل کا اعلان کیا جائے گا۔ عوام اہل سنت حیران ہیں کہ وہ آخر لائحہ عمل کیا ہے
 اور کیسا ہے، جواب تک نہ ملے ہو رہا نہ باہر آ رہا ہے۔ عوام ان سے اخلاص، شعور، ایثار، متانت،
 استقامت اور عظمتِ کردار کی توقع کرتے ہیں۔ وہ وعدہ فردا کا لولی پاپ یا لائحہ عمل کا ”چھٹکنا“
 پیش فرما دیتے ہیں۔

سیاسی جماعتوں میں فی الوقت پیپلز پارٹی من حیث الجماعت اس لیے نمایاں تر ہے کہ وفاق
 اور چاروں صوبوں میں اس کی سیاسی نمائندگی اور مخلوط حکومت موجود ہے۔ لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ
 اس جماعت کو بہت بڑے منہ میں چند چھوٹے چھوٹے منہ نہیں، کوئی کوڑھ کر لا بھی گھس چکا ہے۔
 جس کے نتیجے میں پارٹی کے لیے نہ اگلے بنے، نہ نکلے بنے کی مکمل صورت حال بنی ہوئی ہے۔
 پارلیمانی نظام حکومت میں کابینہ، وزیراعظم کی ہوتی ہے، یہاں صدر گرامی مرتبت اعلیٰ اللہ
 معانہ کی ہے کہ پی۔ پی۔ پی کے ”اصل پیا“ فی الوقت وہی ہیں اور انھوں نے دیگر بہت سے مالی
 اور انتظامی مناصب کی طرح وفاقی کابینہ میں ایسے ایسے ہیرے موتی جڑ دیے ہیں کہ جنہوں نے
 ملک کی جڑیں ہلا کر رکھ دی ہیں۔

جملے شاہی ”انظہاریہ“ میں اٹھائے گئے چبھتے ہوئے سوالات کے مختصر بنیادی جوابات اور
 دکھتے ہوئے حالات کے یقینی مفید حل اس طرح سمجھے جاسکتے ہیں کہ بحیثیت مسلمان ہمہ وقت اور
 ہمہ صورت یہ ایمانی اور تاریخی حقیقت ثابتہ ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ عالم کفر کی سازشی تخریبی کارروائیاں،
 اسلام کو دبا لینے اور مٹا دینے کی منصوبہ بندیاں، مادی اسباب و وسائل کی فراوانی، افرادی قوت کی
 عددی برتری، امت مسلمہ کو تباہ و برباد کر کے ملیا میٹ کر دینے کی خواہشات، الگ الگ حملے کرنے
 یا متحد ہو کر جنگِ احتزاب مسلط کر دینے کے مشترکہ اقدامات، مسلمانوں کے دلوں اور دماغوں سے
 قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کی عظمتیں اور محبتیں مٹا دینے یا کم کر دینے کی سازشیں وغیرہ وغیرہ
 کوئی پہلی مرتبہ نہیں ہو رہی ہیں بلکہ حق و باطل کی یہ کش مکش اور نور مصطفویٰ سے شرار بولہبی کی آویش
 روزِ اوّل سے جاری ہے، لہذا اس سے پریشان و مایوس نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا دائمی سچا کلام ملاحظہ ہو:

يُرِيدُونَ اَنْ يُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبٰی اللّٰهُ اِلَّا اَنْ يُتِمَّ نُوْرُهٗ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَكَ
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝---[سورة توبه: ۳۴]

7

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

غم نامہ بسلسلہ سانحہ

داتا دربار و عبداللہ شاہ غازی علیہما الرحمة



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الوزير الكويتي والنايب السابق
السفير يوسف (السفير هاشم الرفاعي)

الكويت - الديوان الرفاعي : - تضرية

معالي جناب المرحوم الشيخ حنيفه طيب المرحوم المرحوم
جناب المرحوم الفاضل الشيخ وحيد المرحوم المرحوم
فضيلة الشيخ محب الله نوري المرحوم المرحوم
فضيلة الشيخ ابراهيم المرحوم المرحوم
فضيلة الشيخ المفتي محمد خان قادري المرحوم المرحوم
والكافة اهلنا اصولا السنة والمجاهدين يا حكامنا
- رانما محبتنا جدا ونستغفر الجرمية الخطية النكرة
على مقام حضرت الشيخ عبداللہ شاہ غازی رحمہ اللہ تعالیٰ
التي تساهم الجرمية السابقة على مقام داتا گنج بخش
عليه هجويري رحمه الله تعالى التي قام بها أعداء الله
وأعداء الرسول الأعظم (ص) وأعداء أولياء الله
الصالحين . نغزيتكم بهذه المصيبة ونسأل الله تعالى أن
ينقم من الظالمين المجرمين وأنصارهم ويقرهم جميعا
آمين . بن محمد حكيم الحزين



الكويت النصرية - ص ب ٦٥٢٠٠ الرمز البريدي ٢٥٥٠١ تلفون : ٢٢٥٨٢٢٢ (٠٠٩٦٥) نقال : ٩٨٨٩٩٦٤ (٠٠٩٦٥)
KUWAIT - Al-Mansoriyah - P.O. Box: 65230 - Code 35501 - TEL.: (00965) 22518222 - Mob.: (00965) 99889964
الموقع الإلكتروني (الانترنت) WWW.RIFAIEONLINE.COM

(کافر، مشرک، منکر گستاخ) چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہوں (پھونکوں) سے
بجھادیں، حالاں کہ اللہ انکار فرماتا ہے۔ البتہ اسے صرف یہی منظور ہے کہ اپنے نور کو
کمال تک پہنچائے خواہ کافروں کو (کتنا ہی) ناگوار گزرے۔۔۔

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا [مولانا ظفر علی خاں]

فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ۝---[سورة توبه: ۵۵]

آپ کو ان (کافروں) کے مال اور اولاد (کی کثرت و بہتات) تعجب میں مبتلا نہ کر دیں
(مرعوب نہ کر دیں، پریشانی میں مبتلا نہ کر دیں) اللہ تو بس یہ ارادہ فرماتا ہے کہ انہی
(مادی نعمتوں) کے ذریعے سے انھیں دنیا کی زندگی میں عذاب دیتا رہے اور ان کی جانیں
ایسی حالت میں نکالے کہ وہ کافر (ہی) ہوں۔۔۔

دوسری سمت میں یہ لازم ہے کہ بحیثیت مسلمان اپنے انفرادی، اجتماعی اور ملی فرائض پہچانے
اور ادا کیے جائیں اور خود شناسی سے خدا شناسی تک کی تمام منزلیں طے کی جائیں۔

تو اے مسافر شب خود چراغ بن اپنا
کر اپنی رات کو داغ جگر سے نورانی
مجھے ڈرا نہیں سکتی فضا کی تاریکی
مری سرشت میں ہے پاکی و درخشانی [علامہ اقبال]



نعت شریف

حج، عمرہ اور حاضریِ مدینہ منورہ

(صاحبزادہ) محمد محبت اللہ نوری

منفرد ہے وہ مہ لقاؤں میں وہ یگانہ ہے دل رباؤں میں
عرشی نغمہ گر جمال اس کے فرشی اس کے غزل سراؤں میں
شہر شہر اس کے چاہنے والے اس کے عشاق گاؤں گاؤں میں
عاصیوں کے ہیں محترم محبوب وہ ہیں مقبول پارساؤں میں
پوچھ قرآن سے کہ حسن ہے کیا حق کے محبوب کی اداؤں میں
اُن ﷺ کے در پر پہنچ گئے آخر کم نہ چھالے تھے گرچہ پاؤں میں
ہم نے دیکھے نظارے جنت کے شہر سرکار ﷺ کی فضاؤں میں
سانس لی ہم نے بھی کئی ہفتے طیبہ کی جنتی ہواؤں میں
مجھ کو شامل کیا گیا صد شکر! رومی، جامی کے ہم نواؤں میں
اے خوشا آج ہے شمار مرا نعت کے ذوق آشناؤں میں
میں تو روزِ ازل سے ہوں بخدا ان کی دہلیز کے گداؤں میں
روزِ محشر بھی گزرے گا طارق
اُن ﷺ کے لطف و کرم کی چھاؤں میں

محمد عبدالقیوم طارق سلطان پوری



حج، اسلام کا پانچواں اور عبادات میں چوتھا اہم رکن ہے، جو مالی اور بدنی عبادت کا مجموعہ ہے۔۔۔
یہ سنہ ۹ھ میں فرض ہوا۔۔۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے وصال سے صرف تین ماہ پہلے سنہ ۱۰ھ میں
حج ادا فرمایا، اسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے۔۔۔ حج ہر صاحب استطاعت مسلمان پر عمر میں ایک بار
فرض ہے۔۔۔

حج، قرب الہی اور عشق و محبت کی داستان ہے۔۔۔ بندہ مومن عشق الہی میں بے خود ہو کر
کفن نما لباس زیب تن کیے، ننگے سر، بکھرے ہوئے بالوں اور میلے کپیلے جسم کے ساتھ لبیک
اللہم لبیک کی صدائیں بلند کرتا، صحن حرم میں داخل ہوتا ہے اور دیوانہ وار کعبۃ اللہ کے گرد
چکر لگاتا ہے۔۔۔ کبھی صفا و مردہ کے درمیان دوڑتا ہے، پھر تلاش محبوب میں سرگرداں شہر مکہ چھوڑ کر
منیٰ، عرفات اور مزدلفہ کی وادیوں میں صحرانوردی کرتا ہے۔۔۔ غرض مختلف اطوار و انداز سے
محبت الہی میں سرگرداں ہو کر، اسی رسم عاشقی کو تازہ کرتا ہے، جس کے بانی اللہ تعالیٰ کے خلیل

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام ہیں۔۔۔۔

9

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
اسلام۔۔۔۔

عقل۔۔۔۔

بلوغ۔۔۔۔ (بچہ اگر حج کرے تو نفلی ہوگا)

حریت۔۔۔۔

زاد سفر یعنی ضروریات سفر اور واپسی تک اہل خانہ کی کفالت کے لیے اخراجات کا انتظام ہو۔۔۔۔

صحت و سلامتی۔۔۔۔ مفلوج، اپانچ، نابینا، بیمار، انتہائی کمزور اور بوڑھا نہ ہو۔۔۔۔

راستہ ہر امن ہو۔۔۔۔

عورت پر حج فرض ہونے کے لیے دو شرطیں مزید ہیں:

① شوہر یا ایسے محرم کی رفاقت، جس سے ہمیشہ نکاح حرام ہو۔۔۔۔

② عدت میں نہ ہو۔۔۔۔

فرائض

حج کے تین فرض ہیں:

① احرام (یہ شرط ہے) میقات (معیّن حدود) سے پہلے عام لباس اتار کر آن سلی چادریں پہننا

(عورت کے لیے عام لباس ہی احرام ہے) احرام کے کپڑے پہن کر دو رکعت نماز پڑھی جائے،

اس کے بعد حج کی نیت سے تلبیہ پڑھے:

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ

وَالْمُلْكُ، لَا شَرِيكَ لَكَ۔۔۔۔

تلبیہ پڑھنے کے بعد آدمی حُرّم ہو جاتا ہے۔۔۔۔

② ۹ رذی الحج کو میدان عرفات میں حاضری، شرعی اصطلاح میں اسے وقوف عرفات کہتے ہیں۔۔۔۔

③ طواف زیارت۔۔۔۔ وقوف عرفات اور رمی و قربانی کے بعد طواف، جسے طواف زیارت

کہا جاتا ہے (وقوف عرفات اور طواف زیارت، یہ دونوں حج کے رکن ہیں)۔۔۔۔

حج کا معنی

حج کا شرعی اور اصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے امام ابن اثیر لکھتے ہیں:

الْحَجُّ فِي اللُّغَةِ : الْقَصْدُ إِلَى كُلِّ شَيْءٍ فَخَصَّهُ الشَّرْعُ بِقَصْدٍ مُّعَيَّنٍ
ذِي شُرُوطٍ مَّعْلُوْمَةٍ۔۔۔۔

[النهاية في غريب الحديث و الاثر، جلد ۱، صفحہ ۲۳۲، مطبوعہ مصر]

”حج کا لغوی معنی ہے کسی چیز کی طرف قصد و ارادہ کرنا، جب کہ اصطلاح شریعت میں

شرائط معلومہ کے ساتھ معین قصد کو حج کہتے ہیں“۔۔۔۔

علامہ اصفہانی کہتے ہیں:

أَصْلُ الْحَجِّ الْقَصْدُ لِلزِّيَارَةِ وَخُصَّ فِي تَعَارُفِ الشَّرْعِ بِقَصْدِ بَيْتِ اللَّهِ تَعَالَى
إِقَامَةَ النَّسَكِ۔۔۔۔ [المفردات في غرائب القرآن، جلد ۱، صفحہ ۳۰-۲۲۹]

”حج کا اصل معنی قصد زیارت ہے، شرعی اصطلاح میں اسے عبادت کی نیت سے

بیت اللہ شریف کی زیارت کے لیے مخصوص کر لیا گیا ہے“۔۔۔۔

شرائط

فرضیت حج کے لیے چند شرائط ہیں، یہ پائی جائیں تو حج فرض ہو جاتا ہے:

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرہ و شریف ﴿ ۱۸ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهُ

10

حج کے واجبات

غروب آفتاب تک میدان عرفات میں وقوف، مزدلفہ میں نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب سے قبل تک وقوف، صفامرہ کی سعی، جمرہ کی رمی (منی میں شیطان کو ننگریاں مارنا)، قارن و تمتع کا قربانی کرنا، حلق (سر منڈانا) یا قصر (بال کٹانا)، افعال حج میں ترتیب اور طواف وداع وغیرہ۔۔۔

حج کی اقسام

حج کی تین قسمیں ہیں:

- ① حج افراد
- ② حج تمتع
- ③ حج قرآن

حج افراد

صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جائے اور اس کے ساتھ حج کے مہینوں میں عمرہ نہ ملائے (حج کے مہینوں سے مراد شوال، ذیقعد اور ذوالحجہ کے پہلے دس دن ہیں) یکم شوال سے پہلے حج کے لیے احرام باندھنا مکروہ ہے۔۔۔ اہل مکہ کو صرف حج افراد کی اجازت ہے۔۔۔

حج تمتع

حج اور عمرہ کو اکٹھا کرنا، اس طرح کہ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ ادا کیا جائے، عمرہ کا احرام کھولنے کے بعد حج کا احرام باندھا جائے۔۔۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۲۰ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

حج تمتع کی ایک دوسری صورت بھی ہے کہ عمرہ کا احرام باندھنے والا، اپنے ساتھ ہدی (قربانی کا جانور) لے جائے، اس صورت میں عمرہ سے فارغ ہو کر احرام عمرہ کھولے بغیر اس پر احرام حج باندھا جاتا ہے۔۔۔ موجودہ دور میں تمتع کی اس صورت پر عمل نہایت مشکل ہے۔۔۔

حج قرآن

حج اور عمرہ دونوں کی نیت سے احرام باندھا جائے، پہلے عمرہ کرے، عمرہ سے فراغت کے بعد احرام نہ کھولے، بلکہ اسی احرام کو قائم رکھتے ہوئے افعال حج ادا کرے۔۔۔ افراد سے تمتع اور تمتع سے قرآن افضل ہے۔۔۔

ممنوعات حج

حج میں بعض امور ممنوع ہیں:

سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر یا چہرہ ڈھانپنا، خوشبو لگانا، بال کاٹنا، ناخن تراشنا، عمل زوجیت، شکار کرنا، حرم کے خود رو درخت یا گھاس کاٹنا وغیرہ۔۔۔ مسائل حج کی تفصیل کے لیے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے شیخ طریقت مفسر قرآن حضرت صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی نور اللہ مرقدہ کے مختصر مگر جامع رسالہ ”زاد المحرمین“ اور بہار شریعت از حضرت صدر الشریعہ رحمہ اللہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔۔۔

عمرہ

حج کی طرح عمرہ بھی وہ اعلیٰ عبادت ہے جو اللہ تعالیٰ کے گھر کعبۃ اللہ اور مکہ مکرمہ کے ساتھ مختص ہے۔۔۔ اس کا حج سے اسی طرح کا تعلق ہے، جیسے فرض نماز کے ساتھ نوافل کا۔۔۔ عمرہ کا معنی ہے، زیارت۔۔۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ عمارت (آبادی) سے مشتق ہے۔۔۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
عمرہ پر دونوں معنی صادق آتے ہیں کہ عمرہ کرنے والوں کے ذریعے مسجد حرام کی آبادی اور
رواق برقرار رہتی ہے اور بیت اللہ کی زیارت کا موقع میسر آتا ہے اور ان کیفیات سے سرشار ہونے والے
کی اپنی روحانی دنیا آباد ہوتی ہے۔۔۔ یہ بھی ممکن ہے کہ عمرہ، عمر (زندگی) سے مشتق ہو، کیوں کہ
یہ عبادت عمر بھر کی جاسکتی ہے۔۔۔ اس میں حج کی طرح مہینے اور تاریخ کی قید نہیں، عمرہ کی نیت سے
احرام باندھ کر طواف اور سعی کر کے حلق یا قصر کرالینے سے عمرہ مکمل ہو جاتا ہے۔۔۔ ایک ہی سال میں
متعدد عمروں کی اجازت ہے۔۔۔ رمضان المبارک میں عمروں کی بڑی فضیلت ہے۔۔۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إِنَّ عُمْرَةً فِي رَمَضَانَ تَقْضِي حَجَّةً أَوْ حَجَّةً مَعِيَ۔۔۔

[صحیح بخاری، کتاب جزاء الصيد، باب حج النساء، حدیث ۱۸۶۳/

صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل العمرة فی رمضان، حدیث ۱۲۵۶]

”رمضان المبارک میں عمرہ کرنا یقیناً حج کے برابر ہے یا فرمایا کہ میری معیت میں

حج کرنے کے برابر ہے۔۔۔

حاضری مدینہ منورہ

مدینہ منورہ کی حاضری ارکان حج میں داخل نہیں مگر بلاشبہ افضل ترین طاعات، سرچشمہ
حسانت و برکات اور اعلیٰ درجات قرب پر فائز ہونے کا بہترین ذریعہ ہے، علماء نے اسے
واجب کے قریب بتایا ہے۔۔۔ حق یہ ہے کہ حاضری بارگاہ قدس، محبت کا معاملہ ہے۔۔۔
آقائے دو عالم ﷺ کی ذات اقدس و اطہر سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بارگاہ میں
حاضری کو اصل الاصول اور فرض عین تصور کرے۔۔۔ یہاں کی حاضری باعث مغفرت،
موجب رحمت اور قرب الہی کا ذریعہ ہے۔۔۔ ارشاد ربانی ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ

الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا۔۔۔ [النساء: ۴: ۶۴]

”اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب! تمہارے حضور حاضر ہوں

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۲۲ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُومٍ لَّكَ
اور پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیں اور رسول (کریم ﷺ) ان کی شفاعت فرمائیں
تو ضرور اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔۔۔

وَإِذَا جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ
عَلَيْ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ أَنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا ابْجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهَا
وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ۔۔۔ [الانعام: ۶: ۵۴]

”اور جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں وہ لوگ جو ہماری آیتوں پر
ایمان رکھتے ہیں تو ان سے فرما دیجیے تم پر سلام ہو، تمہارے رب نے (محض اپنے کرم سے)
اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے، تو جو کوئی کر بیٹھے تم میں سے کچھ برائی، نادانی کی وجہ سے،
پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح پذیر ہو جائے، تو بے شک اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا،
بے حد رحم فرمانے والا ہے۔۔۔

سرکار ابد قرار ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کی فضیلت پر متعدد احادیث مبارکہ شاہد ہیں۔۔۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَنْ نَزَا قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔۔۔

[الشفاء (طبع بیروت)، جلد ۲، صفحہ ۸۳/ مجمع الزوائد، جلد ۴، صفحہ ۲/

وفاء الوفاء، جلد ۴، صفحہ ۱۳۳۶]

”جس شخص نے میری قبر کی زیارت کی، اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگی۔۔۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ نَزَا قَبْرِي بَعْدَ مَوْتِي كَانَ كَمَنْ نَزَا مِنِّي فِي حَيَاتِي۔۔۔

[مجمع الزوائد، جلد ۲، صفحہ ۲/ وفاء الوفاء، جلد ۴، صفحہ ۱۳۴۰/ شعب الایمان للبیہقی،

جلد ۳، صفحہ ۲۸۹]

”جس شخص نے میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی، وہ ایسے ہی ہے،

جیسے اس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔۔۔

امام ابن ہمام قدس سرہ العزیز اپنی تحقیق انیق کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”عازم مدینہ کو چاہیے کہ وہ خالص سرکار ابد قرار ﷺ کی حاضری اور زیارت کا

اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضَى لَهُ

قصد کرے۔۔۔

قصد کرتے۔۔۔۔۔

[فتح القدير، جلد ۲، صفحہ ۳۳۶]

قیام مدینہ کے دوران سراپا ادب و نیاز حاضر رہے۔۔۔ ع:

سرایں جا، سجدہ ایں جا، بندگی ایں جا، قرار ایں جا

مواجهہ عالیہ پر نہایت ادب سے حاضری دے، حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت سرگودھا سے روایت کرتے ہیں:

مِنَ السُّنَّةِ أَنْ تَأْتِيَ قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قَبْلِ الْقِبْلَةِ
وَتَجْعَلَ ظَهْرَكَ إِلَى الْقِبْلَةِ وَتَسْتَقْبِلَ الْقَبْرَ بِوَجْهِكَ ثُمَّ تَقُولُ: السَّلَامُ عَلَيْكَ
أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ --- [فتح القدير، جلد ٢، صفحہ ٣٣٦]

” (صحابہ و تابعین کا طریقہ اور) سنت یہ ہے کہ جب تم نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضری دو تو اپنی پشت قبلہ کی طرف اور منہ قبر اطہر کی طرف کرو، پھر سلام عرض کرو۔۔۔

امام مالک رحمہ اللہ ابن وہب رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

إِذَا سَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَعَا يَفُوقَ وَجْهَهُ إِلَى الْقَبْرِ
لَا إِلَى الْقُبْلَةِ --- [الشفاء، جلد ۲، صفحہ ۸۵]

”مواجہہ عالیہ پر سرکارِ مہدیؑ کی بارگاہ میں سلام اور دعا مانگتے ہوئے قبلہ کی جانب منہ نہ کرے بلکہ انارخ قبر انور کی طرف رکھے“۔۔۔

ایک بار خلیفہ ابو جعفر منصور عباسی نے حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضری کے وقت دعا کرتے ہوئے مواجہہ کی طرف منہ کروں یا قبلہ کی طرف؟۔۔۔ فرمایا:

لَمْ تَصُرْ وَجْهَكَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِيلَتُكَ وَوَسِيلَةُ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى يَوْمَ الْقِيَمَةِ بَلْ اسْتَقْبَلَهُ وَاسْتَشْفَعَ بِهِ فَيَشْفَعُهُ اللَّهُ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ الْآيَةَ ---

[الشفاء بتعريف حقوق المصطفى، جلد ۲، صفحہ ۴۱/ زرقاتی، جلد ۸، صفحہ ۳۱۳-۳۱۴]

”حضور ﷺ سے چہرہ کیوں پھیرتا ہے؟ حالاں کہ آپ ﷺ روز قیامت

ماہنامہ ”نور الحبيب“ بصیرپور شریف ﴿ ۲۳ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بَعْدَ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ
تیرے اور تیرے باپ آدم علیہ السلام کے لیے بھی وسیلہ ہیں۔۔۔ حضور ﷺ کی جانب
منہ کرو اور آپ سے شفاعت طلب کرو، اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرماتا ہے،
جیسا کہ آیت مبارکہ و لو انهم..... الخ سے ظاہر ہے۔۔۔۔۔

منیب بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ أَتَى قَبْرَ النَّبِيِّ ﷺ فَوَقَفَ فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى ظَنَنْتُ أَنَّهُ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ فَسَلَّمَ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ ثُمَّ أَنْصَرَفَ ---

[شعب الایمان، جلد ۳، صفحہ ۴۹۱]

”میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر آ کر کھڑے ہوئے اور بڑی دیر تک ہاتھ بلند کیے رہے، حتیٰ کہ میں نے گمان کیا کہ وہ نماز کی نیت کر رہے ہیں، پھر انہوں نے سلام عرض کیا اور چلے گئے۔“ ---

اللہ تعالیٰ جل و علا ہمیں سرکار ابد قرار ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ کے آداب ملحوظ رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور حج، عمرہ اور حاضریٰ مدینہ منورہ کی سعادت سے بار بار نوازے۔۔۔

آمیر، بجاہ طہ و یس، صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ

وبارك وسلم من لدن يومنا هذا الى يوم الدين

آئی نسیم کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 کعبہ ہمارا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 لے کر مراد دل آئیں گے، مر جائیں گے، مٹ جائیں گے
 طوبیٰ کی جانب تکتے والو، آنکھیں کھولو، ہوش سنبھالو
 نام اسی کا باب کرم ہے، دیکھو یہی محراب حرم ہے
 ہم سب کا رخ سوئے کعبہ، سوئے محمد ﷺ روئے کعبہ
 بھیجی بھیجی خوشبو مہکی، بیدم دل کی دنیا لہکی

نعت سرور کونین ﷺ

گنبد خضرا • پلکوں سے چل کے آ

- دلوں کا شوق، روجوں کا تقاضا گنبد خضرا۔
- زمانے کی نگاہوں کا اجالا گنبد خضرا۔
- گلستانِ جہاں میں زندگی پرور بہار اس کی۔ شوق و نیاز و معجز کے سانچے میں ڈھل کے آ
- سرِ آفاق لہراتا سویرا گنبد خضرا۔ یہ کوچہ حبیب ﷺ ہے، پلکوں سے چل کے آ
- جو رنگ و بو کی دنیا سر زمینِ شہرِ طیبہ ہے۔ امت کے اولیاء بھی ادب سے ہیں دم بخود
- تو خلد چشم و فردوسِ تمنا گنبد خضرا۔ یہ بارگاہِ سرور دیں ﷺ ہے، سنبھل کے آ
- فلاح و کامرانی کی بشارت اہل ایمان کو۔ آتا ہے جو تو شہرِ رسالت مآب میں
- گنہگاروں کو رحمت کا اشارا گنبد خضرا۔ حرص و ہوا کے دام سے باہر نکل کے آ
- حبیبِ کبریا ﷺ سائے میں اس کے موراہت ہیں۔ ماہِ عرب کے آگے تری بات کیا بنے
- دو عالم میں اسی باعث ہے یکتا گنبد خضرا۔ اے ماہتاب! روپ نہ ہر شب بدل کے آ
- شفاءِ خاطرِ امت، ہوائے کوچہ حضرت ﷺ۔ سوز و تپشِ سخن میں اگر چاہتا ہے تو
- نگاہوں کی اداسی کا مداوا گنبد خضرا۔ عشقِ نبی کی آگ سے تائب پکھل کے
- خدا کا شکر تائب کی نگاہوں نے بھی دیکھا ہے۔
- وہ ہر سینے کے اندر بسنے والا گنبد خضرا۔

حفظ تائب



سلام بخضور خیر الانام ﷺ

سلام اس پر خدا کے بعد جس کا آستانہ ہے
سلام اس پر کہ جس نے عاصیوں کو بخشوانا ہے
سلام اس پر لقب ہے رحمتہ للعالمین جس کا
سلام اس پر کہ جس کا لطف، لطفِ جاودانہ ہے
سلام اس پر کہ جس کے عاشقوں پر خلد عاشق ہے
سلام اس پر کہ دوزخ جس کے دُشمن کا ٹھکانہ ہے
سلام اس پر ادب جس کا سکھایا ذاتِ باری نے
سلام اس پر کہ جو خلقت میں یکتا و یگانہ ہے
سلام اس پر کہ جو قاسم ہے مولا کے خزانوں کا
سلام اس پر کہ جس کے در کا سائل اک زمانہ ہے
سلام اس پر نظر رکھتا ہے جو احوالِ امت پر
سلام اس پر کہ جس کو پیار ہم سے والہانہ ہے
سلام اس پر بشر کی آبرو ہے جس کی نسبت سے
سلام اس پر دلی مسلم میں جس کا آشیانہ ہے
سلام اس پر کہ جس کی پیروی حق کی اطاعت ہے
سلام اس پر کہ جس کی یاد بخشش کا بہانہ ہے
سلام اس پر غنی کرتا ہے جو محتاج کے دل کو
سلام اس پر کہ جس کی ہر عنایت خسروانہ ہے
ثنا گو ہے خدا شہزاد جس کی ذاتِ اقدس کا
سلام اس پر کہ میرے لب پہ بھی اس کا ترانہ ہے

علامہ محمد شہزاد مجددی



قربانی

فضیلت و اہمیت اور احکام و مسائل

مولانا محمد ناصر خان چشتی

ماہ ذوالحجہ ہر سال بھر کے بعد جب آتا ہے تو جذبہ تسلیم و رضا اور جذبہ ایثار و قربانی بھی ہمراہ لاتا ہے۔ قمری سال کے اس آخری مہینے کا مقدس چاند جو نبی طلوع ہوتا ہے، تسلیم و رضا کی لازوال داستان کی یاد بھی ساتھ لاتا ہے۔ اس ماہ کی دس، گیارہ اور بارہ تاریخ کو دنیا بھر کے کروڑوں صاحب نصاب مسلمان اسوۂ ابراہیمی کی یاد تازہ کرنے کے لیے قربانی کرتے ہیں۔ عید قربان! مسلمانوں کا عظیم مذہبی تہوار ہے، جو ہر سال ۱۰-۱۱-۱۲ ذوالحجہ کو انتہائی عقیدت و محبت، خوشی و مسرت، ذوق و شوق، جوش و خروش اور جذبہ ایثار و قربانی سے منایا جاتا ہے۔ اس دن اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا تن، من، دہن قربان کرنے کے عہد کی تجدید ہوتی ہے اور یہی مسلمانوں کی عید ہوتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے عظیم فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کا مقدس ذکر قیامت تک فضاؤں اور ہواؤں میں گونجتا رہے گا۔ قرآن و حدیث کے صحیفوں میں محفوظ رہے گا اور آسمان کی رفعتوں اور زمین کی وسعتوں میں ہر سال یونہی تازہ اور زندہ ہوتا رہے گا۔

قربانی کا معنی و مفہوم

قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں متعدد مقامات پر قربانی کا ذکر آیا ہے۔ قربانی کا لفظ

شرح صحیح مسلم (جلد ۷) اور تفسیر تبیان القرآن (جلد ۱۲)

کی عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی دامت فیوضہم

--- کا ایک اور عظیم تخلیقی شاہکار ---

نعمۃ الباری فی شرح صحیح البخاری

- مروج اردو زبان میں تمام احادیث کا آسان اور عام فہم ترجمہ۔۔۔۔۔
- متقدمین کی شروح کی روشنی میں احادیث کی واضح تشریح۔۔۔۔۔
- اصول حدیث کے مطابق احادیث کی فنی تحقیق۔۔۔۔۔
- ائمہ اربعہ کی اہم کتب سے ان کے مذاہب مع دلائل اور فقہ حنفی کی ترجیح۔۔۔۔۔
- اختلافی مسائل پر مہذب علمی گفتگو۔۔۔۔۔
- مسائل حاضرہ اور تازہ ایجادات کے متعلق اسلام کا نقطہ نظر۔۔۔۔۔
- ”شرح صحیح مسلم“ میں جن احادیث کی مفصل شرح کی جا چکی ہے، ان کا حوالہ دے دیا ہے اور ان کی مختصر شرح کی گئی ہے۔۔۔۔۔
- صحیح بخاری کی جن احادیث کی شرح ”شرح صحیح مسلم“ میں کم کی گئی ہے یا جو احادیث صحیح مسلم میں نہیں ہیں، ان کی مفصل شرح کی گئی ہے۔۔۔۔۔
- صحیح بخاری کی ہر حدیث کی مفصل تخریج اور باب کے عنوان کی حدیث سے مطابقت واضح کی گئی ہے۔۔۔۔۔
- صحیح بخاری کی مکرر احادیث کا صرف ترجمہ کیا گیا ہے اور جہاں اس کی شرح کی گئی ہے، اس حدیث کا نمبر دیا گیا ہے۔۔۔۔۔
- کتاب کے ابتداء میں ایک مقدمہ ہے، جس میں حجیت حدیث اور اصطلاحات حدیث کا مفصل ذکر ہے۔۔۔۔۔

Ph: +92-42-7312173, 7123435
Fax: +92-42-7224899
E-mail: info@faridbookstall.com
Web Site: www.faridbookstall.com

فرید بک اسٹال
۳۸۔ آزاد بازار لاہور

پیش کش:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّذِكْرِكَوَا سَمِّ اللّٰهِ عَلٰی مَا سَرَّاهُمْ مِنْ بَیْمَتِهِ
الْاَنْعَامَ --- [سورة الحج: آیت ۳۳]

”اور ہم نے ہر امت کے لیے ایک قربانی مقرر فرمائی ہے تاکہ وہ (ذبح کے وقت)
اللہ تعالیٰ کا نام ان بے زبان جانوروں پر ذکر کریں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائے ہیں۔“
اس آیت مبارک سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ قربانی ہر امت میں اور ہر جگہ قائم رہی ہے،
کیوں کہ سابقہ امتیں بھی مکہ مکرمہ سمیت تمام روئے زمین پر آباد تھیں اور قربانی بھی ہر امت کے لیے
مقرر تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ قربانی بھی تمام روئے زمین پر ہر دور میں ہوتی آرہی ہے۔

آقائے نامدار حضور سید عالم ﷺ نے بھی مکہ مکرمہ (حج کے موقع پر) اور مدینہ منورہ میں
دونوں جگہ فریضہ قربانی ادا فرمایا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ:

”رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ میں تقریباً دس سال تک اقامت پذیر رہے اور
آپ ﷺ (ہر سال) قربانی کرتے رہے ہیں۔“ [جامع ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب قربانی کے دن آنحضرت ﷺ کے قریب
وہ اونٹ لائے گئے جو پانچ یا چھ کی تعداد میں تھے تو اونٹوں نے (ایک دوسرے پر سبقت کر کے)
آپ ﷺ کے نزدیک آنا شروع کیا تاکہ جسے چاہیں پہلے اسی کو ذبح کریں۔ راوی کہتے ہیں کہ
جب یہ جانور پہلو پر گر گئے (یعنی وہ ذبح کر دیے گئے) تو آنحضرت ﷺ نے آہستہ سے کچھ فرمایا،
جسے میں نہ سمجھ سکا۔ چنانچہ میں نے (اس شخص سے جو میرے پاس تھا) پوچھا کہ آپ ﷺ نے
کیا فرمایا ہے؟ اس نے کہا کہ آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ:

”جو شخص چاہے (ہری کے) ان جانوروں میں سے (گوشت) کاٹ کر لے جائے۔“

[مظاہر حق جدید، جلد ۲، صفحہ ۲۸، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی]

قربانی کی فضیلت و اہمیت

قربانی کا وجوب احادیث مبارکہ سے بھی ثابت ہے۔ قربانی کی فضیلت و اہمیت بیان کرتے ہوئے
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”جو شخص شخص کے پاس مالی استطاعت ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عید گاہ کے

قریب بھی نہ آئے۔“ [ابن ماجہ/مسند امام احمد]

ابن آدم کا پسندیدہ ترین عمل

جہاں تک قربانی کی مقبولیت اور اجر و ثواب کا تعلق ہے تو خلوص نیت کے ساتھ فریضہ (صحت مند)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَكَ
”قرب“ سے لیا گیا ہے۔ عربی زبان میں قربان! اس چیز کو کہتے ہیں، جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا
قرب حاصل کیا جائے۔ جب کہ اصلاح شریعت (Tarm-e-Islamic) میں اس سے مراد
ذبح حیوان مخصوص بنیۃ القربۃ فی وقت مخصوص ”مخصوص جانور کو ذوالحجہ کی دس، گیارہ
اور بارہ تاریخ کو تقرباً الہی اور اجر و ثواب کی نیت سے ذبح کرنا قربانی کہلاتا ہے۔ یعنی ہر وہ چیز جو
اللہ تعالیٰ کے قرب اور رضا کا ذریعہ بنے، اسے قربانی کہتے ہیں، چاہے وہ ذبیحہ کی شکل میں ہو یا
صدقہ و خیرات کی صورت میں ہو۔

قربانی کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ قربانی ہے جو حجاج کرام، حج کے موقع پر مکہ مکرمہ (منیٰ)
میں کرتے ہیں اور اسے ”ہدی“ کہا جاتا ہے۔..... اور دوسری قسم وہ ہے جو تمام صاحب نصاب مسلمان
دنیا کے گوشے گوشے میں کرتے ہیں، اسے عام طور پر ”اضحیہ“ کہا جاتا ہے۔ پہلی قسم کی قربانی
مکہ مکرمہ کے ساتھ خاص ہے، جو حرم پاک سے باہر نہیں ہو سکتی، جب کہ دوسری قسم کی قربانی
تمام روئے زمین پر ہر جگہ ہو سکتی ہے۔

قربانی کا وجوب

قرآن مجید کی متعدد آیات مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے صاحبان ایمان کو قربانی کرنے کا حکم فرمایا ہے۔
جس میں قربانی کے وجوب، قربانی کی اہمیت اور قربانی کی عظمت و فضیلت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔
چنانچہ سورۃ الکوتر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَ انْحَرْ --- [سورة الکوتر: ۲]

”(اے حبیب!) پس آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھتے رہیں اور قربانی کیجئے۔“

اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ:

قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ---

”(اے محبوب!) آپ کہیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی (اور حج و دیگر

جملہ عبادات) اور میرا جینا اور میرا مرنّا، سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا

رب ہے۔“ [سورة الانعام: آیت ۱۶۲]

قربانی! دین اسلام کے عظیم شعائر میں سے ایک ہے اور اس کے عبادت ہونے پر پوری امت مسلمہ کا
اتفاق ہے اور اس کی فرضیت (وجوب) قرآن و حدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے۔

قربانی کی تاریخ بہت قدیم ہے۔ قربانی تمام امتوں پر اور تمام روئے زمین پر ہوتی آرہی ہے۔
چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس کی واضح نشان دہی فرما رہا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۳۰ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
اور عیش قیمت جانور کی قربانی اس کا اہم ذریعہ ہے۔ چنانچہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

مَا عَمِلَ ابْنُ آدَمَ مِنْ عَمَلٍ يَوْمَ النَّحْرِ أَحَبَّ إِلَى اللَّهِ مِنْ إِهْرَاقِ الدَّمِ وَأَنَّهُ
لَيَأْتِي يَوْمَ الْقِيَمَةِ بِقُرْوَنِهَا وَأَشْعَارِهَا وَأَظْلَافِهَا وَأَنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللَّهِ بِمَكَانٍ
قَبْلَ أَنْ يَقَعَ بِالْأَرْضِ فَيَطْبُوبُهَا نَفْسًا--- [جامع ترمذی، سنن ابن ماجہ، مشکوٰۃ المصابیح]
”قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اولادِ آدم کا کوئی بھی عمل خون بہانے
(یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ پسندیدہ نہیں ہے۔ بلاشبہ قیامت کے دن قربانی کا جانور
(زندہ ہو کر) اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور بے شک اس کا خون
زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں مقامِ مقبولیت حاصل کر لیتا ہے۔ پس تم
اپنی قربانیاں خوش دلی سے کیا کرو۔“---

ہر بال کے بدلے ایک نیکی

عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ قَالَ قَالَ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يَا رَسُولَ اللَّهِ!
مَا هَذِهِ الْأَضَاحِيُّ؟ قَالَ سَنَةُ أَبِيكُمْ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ؟ قَالُوا فَمَا لَنَا فِيهَا
يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةً قَالُوا فَالْصَّوْفُ يَا رَسُولَ اللَّهِ؟ قَالَ بِكُلِّ
شَعْرَةٍ مِنَ الصَّوْفِ حَسَنَةٌ---

”حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول پاک ﷺ
سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قربانی
تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ!
اس میں ہمارے لیے کیا اجر و ثواب ہے؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

”قربانی کے جانور کے ہر بال اور اون کے بدلے میں ایک نیکی ملتی ہے۔“---

[سنن ابن ماجہ، مسند امام احمد، مشکوٰۃ المصابیح]

اس حدیث پاک کی روشنی میں قربانی کی عظمت و فضیلت اور اجر و ثواب کا اندازہ کیجیے کہ
جانوروں کے جسم پر بے حد و بے حساب بلکہ ان گنت بال ہوتے ہیں اور اس حدیث پاک کے مطابق
جانور کے ایک ایک بال کے بدلے میں ایک ایک عظیم نیکی ملتی ہے، لہذا قربانی کرنے والے خوش نصیب
انسان کے نامہ اعمال میں بے حد و بے حساب اجر و ثواب اور لاتعداد نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی رحمہ اللہ یہاں ایک بڑا لطیف نکتہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۳۲ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِدَوِّ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ
”اس حدیث میں اہل علم کے لیے ایک بڑا ہی لطیف اور لذیذ نکتہ یہ ہے کہ
”شعرۃ“ اور ”حسنۃ“ دونوں ہی نکرہ ہیں مگر ”شعرۃ“ کی تنوین تنکیر ”تحقیر“ کے لیے
اور ”حسنۃ“ کی تنوین تنکیر ”تعظیم“ کے لیے ہے، جس کا مطلب یہ ہوا کہ قربانی کے
جانور کے چھوٹے چھوٹے جھوٹے اور حقیر سے حقیر بال کے بدلے بھی بڑی سے بڑی اور
عظیم سے عظیم ترین نیکی ملتی ہے۔“--- [حفانی تقریریں، صفحہ ۲۷۸]

○ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، اے فاطمہ!
کھڑی ہوا اپنی قربانی پر اور (قربانی کے وقت جانور کے پاس) حاضر رہو، کیوں کہ قربانی (کے جانور)
کے خون کے ہر قطرہ کے بدلے میں تمہارے سارے پچھلے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔
حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ! کیا یہ اجر و ثواب ہم اہل بیت (خاندانِ نبوت)
کے لیے مخصوص ہے یا ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے یہ اجر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ
”ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے یہی اجر و ثواب ہے۔“--- [مجمع الزوائد، جلد ۲، صفحہ ۱۷۷]

○ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”اے لوگو! قربانی کیا کرو اور قربانی (کے جانور) کے خون میں ثواب کی نیت کرو،
کیوں کہ قربانی (کے جانور) کا خون ہر چند کہ زمین پر گرتا ہے لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی
حفاظت میں ہوتا ہے۔“--- [مجمع الزوائد، جلد ۲، صفحہ ۱۷۷]

○ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ
”جس شخص نے اجر و ثواب کی نیت سے اور خوش دلی کے ساتھ قربانی کی، وہ قربانی اس کے لیے
آگ سے حجاب (رکاوٹ) ہو جائے گی۔“--- [مجمع الزوائد، جلد ۲، صفحہ ۱۷۷]

حدیث نبوی کے مطابق قربانی کے جانور کے خون کے ہر قطرے کے ساتھ اس کے گناہوں کی
معفرت ہو جاتی ہے اور قیامت کے دن وہ قربانی اس کے لیے آگ جہنم سے حجاب ہو جائے گی۔
چنانچہ حدیث پاک میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

”بے شک قربانی (کے جانور) کے خون کے پہلے قطرے کے ساتھ تمہارے
ہر پچھلے گناہ کی معفرت کر دی جاتی ہے اور سنو! قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت
اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور ستر درجے بڑھا کر تمہارے میزانِ عمل میں (شامل کر کے)
وزن کیا جائے گا۔“--- [کنز العمال، الترغیب والترہیب]

فلسفہ و روح قربانی

قربانی کے ایام (۱۰-۱۱-۱۲ ذوالحجہ) میں اللہ تعالیٰ کے قرب اور اجر و ثواب کی نیت سے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
مخصوص جانور کو ذبح کرنے کا نام قربانی ہے۔ سنت ابراہیمی کو تازہ کرنے کے لیے کروڑوں
فرزندان اسلام ہر سال قربانی کرتے ہیں اور کروڑوں جانور اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح ہوتے ہیں۔
جانور کی قربانی دراصل ہم سب کو راہ حق میں اپنی جان بھی قربان کرنے کا درس دیتی ہے اور یہی
قربانی کی اصل روح اور فلسفہ ہے۔

قربانی! قرب خداوندی کا اہم ترین ذریعہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لیے
نہایت ضروری ہے کہ تمام نیک اعمال چاہے وہ فرضی ہوں یا نفلی، ریا کاری اور دکھاوے سے
بالکل پاک ہوں اور اس سے اپنی عزت و شہرت مقصود نہ ہو بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا
مقصود و مطلوب ہو۔ نیت خالص ہو تو کم قیمت والے جانور کی قربانی بھی شرف قبولیت حاصل کر لیتی ہے
اور نیت خالص نہ ہو تو بیش قیمت جانور کی قربانی بھی رائیگاں اور ضائع چلی جاتی ہے۔

قربانی بظاہر ایک جانور کو اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرنے کا نام ہے، لیکن درحقیقت قربانی کا مقصد
محض جانوروں کو ذبح کر دینا ہی نہیں بلکہ قربانی کی روح اور فلسفہ یہ ہے کہ بندہ مومن ایک خاص
جذبہ اخلاص و ایثار، ایمان داری و نیکو کاری، وفاداری اور جذبہ تقویٰ و برہیزگاری ہی کے تحت
قربانی کا عظیم فریضہ سرانجام دے۔ چنانچہ قرآن پاک کتنے واضح اور دل نشین انداز میں قربانی کا
مقصد و مفہوم اور فلسفہ و روح بیان فرما رہا ہے۔ ارشاد خداوند قدوس ہے:

لَنْ يَنَالَ اللَّهُ لُحُومَهَا وَلَا دِمَآؤَهَا وَلَكِنَّ يَنَالُهُ التَّقْوٰی مِنْكُمْ ---

”اللہ تعالیٰ تک تمہاری ان (قربانیوں کے جانوروں) کا گوشت اور خون ہرگز نہیں پہنچتا

بلکہ اس کے حضور تو صرف تمہارا تقویٰ ہی شرف یاب (قبول) ہوتا ہے۔“ ---

[سورۃ الحج: آیت نمبر ۳۷]

جذبہ اخلاص و تقویٰ درس قربانی

اس آیت مبارک میں صاحبان ایمان کو یہ عظیم سبق دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانی کے
جانوروں کے گوشت اور خون کی قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ ہاں البتہ اس کی بارگاہ میں تمہارا اخلاص
اور تقویٰ ہی شرف قبولیت پائے گا اور تمہارے دل میں جتنا خلوص اور تقویٰ زیادہ ہوگا، اتنا ہی
قربانی کی مقبولیت اور اس کا اجر و ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ ہر عمل خیر کی طرح قربانی میں بھی اخلاص نیت کا جذبہ بہت ضروری ہے، کیوں کہ
درحقیقت وہی قربانی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول اور ماجر ہوگی، جس میں یہ جذبہ اخلاص کا رفرما ہو
کہ وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور حصول اجر و ثواب کے لیے کی گئی ہے۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۳۴ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُومٍ لَّكَ
اسلام ہمیں سال میں ایک مرتبہ اپنے مال اور جانوروں کی قربانی کا حکم دیتا ہے تاکہ ہم اپنے اندر
عزم و ہمت اور جرأت و استقامت اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال و دولت خرچ کرنے اور ایثار و قربانی کا
جذبہ پیدا کریں۔ اس کے علاوہ اسلام کا ہر فرد چونکہ فطرتاً سہی اور مجاہد ہوتا ہے تو اسلام ہمیں
قربانی کے ذریعہ یہ درس دیتا ہے کہ جس طرح آج تم اللہ کے لیے اپنا مال پیش کر رہے ہو، اسی طرح
تم نے دین حق کی تبلیغ و اشاعت اور سر بلندی کے لیے اپنا خون بھی پیش کرنا ہے اور اگر آج تم
اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے محبوب کا خون بہانے میں کامیاب ہو جاتے ہو تو کل تم اللہ کی راہ میں اپنی جان
قربان کرنے میں کامیاب ہو سکتے ہو اور تم دارین کی سعادتیں پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

قربانی کے فضائل و فوائد

قربانی کر کے انسان نہ صرف اطاعت خداوندی بجالاتا ہے بلکہ اللہ کے محبوب انبیاء کرام کی
سنت پر بھی عمل پیرا ہوتا ہے اور قربانی کرنے کے بعد جب اس کا ایک تہائی گوشت غریبوں،
ناداروں، یتیموں اور مسکینوں میں تقسیم کیا جاتا ہے تو اس میں صدقہ و خیرات کا پہلو بھی کارفرما ہوتا ہے،
اس طرح اللہ تعالیٰ کی ہر مدد و رضا و خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک تہائی گوشت اپنے عزیزوں،
رشتہ داروں اور احباب میں تقسیم کیا جاتا ہے، اس طرح رشتہ داروں کے حقوق کی پاس داری ہوتی ہے،
یوں بیک وقت حقوق اللہ و حقوق العباد کی تکمیل ہوتی ہے، گویا کہ عید قربان کا اصل مقصد حقوق اللہ و
حقوق العباد کی ادائیگی اور جذبہ ایثار و قربانی پیدا کرنا ہے۔

- قربانی کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔
- قربانی کے جانور کے ہر ہر بال کے بدلے میں ایک ایک عظیم نیکی ملتی ہے۔
- قربانی کے جانور کے خون کے ہر قطرے کے بدلے میں اللہ تعالیٰ قربانی کرنے والے کا
ایک گناہ بخش دیتا ہے۔

- قربانی کے دن اللہ تعالیٰ کو مسلمان کا کوئی عمل قربانی کرنے سے زیادہ پسند نہیں ہے۔
- قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے گوشت اور خون کے ساتھ لایا جائے گا اور اس کو
ستر درجے بڑھا کر میزان عمل میں وزن کیا جائے گا۔
- قربانی کے جانور کے خون کے پہلے قطرہ کے ساتھ قربانی کرنے والے کے گزشتہ گناہ
معاف کر دیے جاتے ہیں۔
- قربانی کرنے سے فقراء اور مساکین کو مفت گوشت مل جاتا ہے، جس سے ان کو بھی عید کی خوشیاں
نصیب ہوتی ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَكَ
● قربانی کے جانوروں اور کھالوں سے ملک و قوم کو قیمتی زرمبادلہ حاصل ہوتا ہے، جس سے
کاروبار، معیشت اور نقل و حمل میں تیزی آ جاتی ہے۔

خلاصہ کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ عید الاضحیٰ ہر سال ہمیں یہ یاد دلاتی ہے کہ قربانی محض جانور کو ذبح کرنے،
اس کا گوشت تقسیم کرنے اور کھانے کھلانے سے عید اور قربانی کا مقصد پورا نہیں ہو جاتا بلکہ یہ مقصد دلوں میں
ایک دوسرے کے لیے خلوص و محبت، ہمدردی اور جذبہ ایثار و قربانی پیدا کرنے سے مکمل ہوتا ہے۔
قربانی کے ذریعے سنت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو زندہ اور اسوۂ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو
تازہ کیا جاتا ہے۔ قمری سال کا آغاز محرم سے اور اختتام ماہ ذوالحجہ پر ہوتا ہے۔ دس محرم کو امام عالی مقام
حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور دس ذوالحجہ کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی ہے۔ معلوم ہوا کہ اسلام
ابتداء سے لے کر انتہا تک قربانیوں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنا تن من و دھن قربان کرنے کا نام ہے۔
غریب و سادہ، رنگیں ہے داستانِ حرم
نہایت اس کی حسین، ابتدا ہے اسماعیل

وجوب قربانی اور ملکیت نصاب

قربانی ایک مالی عبادت ہے جو ہر صاحب نصاب مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔ مخصوص جانور کو
مخصوص ایام (۱۰، ۱۱، ۱۲ ذوالحجہ) کو تقرب الہی اور اجر و ثواب کی نیت سے ذبح کرنا قربانی ہے۔
مالک نصاب ہونے سے مراد اتنا مال ہے جو حاجتِ اصلیہ کے علاوہ ساڑھے باون تو لے چاندی
(612.36 گرام) یا ساڑھے سات تو لے (یعنی 87.48 گرام) سونے کی رائج الوقت بازاری قیمت
کے برابر ہو۔ واضح رہے کہ قربانی کے وجوب کے لیے محض مالک نصاب ہونا ہی کافی ہے، نصاب پر
پورا قمری سال گزرنا شرط نہیں ہے۔

قربانی کا مجموعی وقت

قربانی کا مجموعی وقت دسویں ذوالحجہ کی صبح صادق سے لے کر بارہویں ذوالحجہ کے غروب آفتاب
تک ہے۔ جب کہ قربانی کے لیے ۱۰ ذوالحجہ سب سے افضل دن ہوتا ہے۔ گیارہویں اور
بارہویں ذوالحجہ کی شب میں بھی قربانی ہو سکتی ہے، مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔

شہر میں قربانی کا وقت

امام کے ساتھ نماز عید الاضحیٰ پڑھنے کے بعد قربانی کرنا بلاجماع جائز ہے اور امام اعظم
ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گاؤں اور دیہات والوں کے حق میں فجر ثانی طلوع ہونے کے بعد
ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۳۶ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَكَ
قربانی کا وقت داخل ہو جاتا ہے، جب کہ شہر والوں کے حق میں جب تک امام نماز عید اور خطبہ سے
فارغ نہ ہو جائے قربانی کا وقت داخل نہیں ہوتا اور اگر کسی نے اس سے پہلے قربانی کر دی تو وہ
جائز نہیں ہے، اسے دوبارہ قربانی کرنی ہوگی۔

شہر میں قربانی کرنے کے لیے شرط یہ ہے کہ نماز عید کے بعد قربانی کی جائے اور دیہات میں
چونکہ نماز عید (واجب) نہیں ہوتی اس لیے وہاں صبح صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں، اگر شہر میں
متعدد جگہوں پر نماز عید ہوتی ہو تو صرف پہلی جگہ نماز عید ہو جانے کے بعد قربانی کرنا جائز ہے، یعنی
یہ ضروری نہیں ہے کہ عید گاہ میں نماز ہو جائے جب ہی قربانی کی جائے بلکہ اگر کسی مسجد میں ہوگی
اور عید گاہ میں نہیں ہوئی، جب بھی ہو سکتی ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد بن حنبل اور امام سفیان ثوری صرف تین دن (یوم نحر
اور اس کے بعد دو دن) تک قربانی کے جواز کے قائل ہیں اور ان کے نزدیک تیسرا دن گزر جانے کے بعد
چوتھے دن قربانی کرنا جائز نہیں ہے، جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک یوم نحر اور اس کے بعد تین دن تک
قربانی جائز ہے، لیکن اہل سنت کے نزدیک قربانی صرف تین دن تک ہو سکتی ہے۔

قربانی کی شرائط وجوب

قربانی کے واجب ہونے کی شرائط حسب ذیل ہیں:

- ① مسلمان ہونا (کافر پر قربانی واجب نہیں)
- ② مالک نصاب ہونا (فقیر پر قربانی واجب نہیں)
- ③ آزاد ہونا (غلام پر قربانی واجب نہیں، اگرچہ آج کل غلامی کا سلسلہ نہیں ہے)
- ④ مقیم ہونا (مسافر پر قربانی واجب نہیں)
- ⑤ بالغ ہونا (نابالغ پر قربانی واجب نہیں)

مسافر پر اگرچہ قربانی واجب نہیں ہے مگر نفل کے طور پر کرے تو کر سکتا ہے، ثواب پائے گا۔
حج کرنے والے جو مسافر ہیں، ان پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے، البتہ ”حج تمتع“ اور
”حج قرآن“ کرنے والوں پر قربانی واجب ہے۔

شرائط قربانی کا وقت میں پایا جانا

قربانی کی جملہ شرائط کا قربانی کے وقت میں پایا جانا ضروری ہے۔ مثلاً ایک شخص ابتدائی وقت
میں کافر تھا اور پھر مسلمان ہو گیا اور ابھی قربانی کا وقت ہے تو اس پر قربانی واجب ہے، جب کہ
قربانی کی باقی شرائط بھی پائی جائیں۔ اسی طرح کوئی شخص اول وقت میں مسافر تھا پھر اثنائے وقت میں

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَكَ
مقیم ہو گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔ اسی طرح ایک شخص فقیر تھا اور وقت کے اندر مالک نصاب ہو گیا
اور نابالغ بچہ، بالغ ہو گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

مخصوص جانور کی قربانی

قربانی واجب ہونے کا سبب ”وقت“ ہے۔ جب وہ وقت (دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ) آجائے
اور شرائط و جوب پائے گئے تو قربانی واجب ہو گئی اور قربانی کا رکن ”مخصوص جانور“ کو قربانی کی
نیت سے ذبح کرنا ہے۔ قربانی کی نیت سے دوسرے حلال جانور مثلاً ہرن، مرغ وغیرہ کو ذبح کرنا
جائز نہیں ہے۔ [در مختار/ سرمد المحتسما]

فرداً فرداً قربانی کا وجوب

شریعت مطہرہ کے مطابق ہر عاقل و بالغ مسلمان مرد و عورت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا
جواب دہ ہے، لہذا اگر کسی مشترکہ خاندان میں ایک سے زیادہ افراد صاحب نصاب ہیں تو سب پر
فرداً فرداً قربانی واجب ہے۔ محض ایک کی قربانی سب کے لیے کافی نہیں ہوگی، بلکہ تعین کے بغیر
ادائی نہیں ہوگی۔

ہر سال کی واجب قربانی

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اگر کوئی شخص دولت مند ہے اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کے لیے
ایصال ثواب کی نیت سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ لیکن پہلے اسے
اپنی طرف سے قربانی کرنی ہوگی، کیوں کہ وہ اس پر واجب ہے، حتیٰ کہ اگر وہ ہر سال
صاحب نصاب ہوتا ہے تو اسے ہر سال پہلے اپنی طرف سے قربانی ادا کرنی ہوگی اور بعد میں چاہے تو
کسی اور کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے۔

ایصال ثواب کی نیت سے قربانی

اپنے فوت شدہ رشتہ داروں اور بزرگان دین کے لیے ایصال ثواب کی نیت سے قربانی کی جاسکتی ہے
یعنی اپنی طرف سے واجب قربانی ادا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ توفیق دے تو اپنے مرحوم رشتہ داروں،
بزرگان دین، اہل بیت، صحابہ کرام اور خصوصاً حضور نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے لیے
ایصال ثواب کی نیت سے قربانی کرنا افضل اور باعث سعادت ہے اور کرنے والے کو نہ صرف اجر و ثواب
پورا ملے گا بلکہ حضور سید عالم ﷺ کی نسبت سے اس کی قبولیت بھی یقینی ہے۔

موت و حیات اور وجوب قربانی

ہمارے معاشرے میں جہالت، کم علمی اور دین سے دوری کے سبب ایک نہایت غلط رسم
”ماہ نامہ“ ”نور الحبيب“ بصیر پور شریف ﴿ ۳۸ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ
یہ پائی جا رہی ہے کہ اگر کسی کے گھر میں کوئی فوتگی ہو جائے تو اس کے بعد جو پہلی عید قربان آتی ہے
اس میں اس کے گھر والے فوت ہونے کے سوگ میں قربانی نہیں کرتے اور اس کو فوت ہونے والے کی
تعزیت کے خلاف سمجھتے ہیں، ایسا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے بلکہ ایسا تصور رکھنا قرآن و سنت کے
خلاف ہے۔ موت و حیات اللہ کے ہاتھ میں ہے اور قربانی اللہ کا حکم اور شرعی اعتبار سے واجب ہے،
اس کا ترک کرنا گناہ ہے، قیامت کے دن اس شخص کا مواخذہ ہوگا جو قربانی کر سکتا ہے مگر اس نے
قربانی نہیں کی۔

قربانی کرنا ہی واجب ہے

قربانی کے ایام میں قربانی کرنا ہی واجب ہے۔ قربانی کا جانور یا اس کی قیمت صدقہ کر دینا
جائز نہیں ہے اور اس سے واجب ادا نہیں ہوگا بلکہ قربانی واجب الاعادہ اور ضروری ہے۔ ہاں،
البتہ اس میں نیابت ہو سکتی ہے، یعنی کسی نے دوسرے کو وکیل بنا دیا اور اس نے اس کی طرف سے
قربانی کر دی تو یہ جائز ہے۔

قربانی میں ”عقیقہ“ کا حصہ

مشترکہ گائے یا اونٹ وغیرہ کی قربانی میں ”عقیقہ“ کا حصہ بھی ڈالا جاسکتا ہے۔ افضل و بہتر یہ ہے
کہ لڑکے کے لیے دو حصے اور لڑکی کے لیے ایک حصہ ہو، اگر دو حصوں کی استطاعت نہ ہو تو
لڑکے کے لیے ایک حصہ بھی ڈالا جاسکتا ہے۔

بہ وقت ذبح جانور کا بچہ نکلتا

قربانی کے جانور نے ذبح سے پہلے بچہ دے دیا یا ذبح کرنے کے بعد پیٹ سے زندہ بچہ نکلا تو
دونوں صورتوں میں یا تو اسے بھی قربان کر دیں یا زندہ صدقہ کر دیں یا فروخت کر کے اس کی قیمت
صدقہ کر دیں۔ اگر بچہ مردہ نکلے تو اسے پھینک دیں، قربانی ہر صورت میں صحیح ہے۔

قربانی کے جانور کا معیار

قربانی کا جانور تمام ظاہری عیوب سے سلامت ہونا چاہیے۔ اس سلسلہ میں فقہاء کرام نے
یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ ہر وہ عیب جو جانور کے کسی نفع یا حسن و خوب صورتی کو بالکل ضائع کر دے،
اس کی وجہ سے قربانی جائز نہیں ہے اور جو عیب اس سے کمتر درجہ کا ہو تو اس کی وجہ سے قربانی ناجائز نہیں ہوتی۔
جس جانور کے دانت نہ ہوں لیکن اگر وہ چارا کھا لیتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے، ورنہ نہیں۔
جس جانور کا پیدائشی سینگ نہ ہو یا اس کا سینگ تھوڑا سا ٹوٹا ہوا ہو تو اس کی قربانی بھی جائز ہے۔
اگر جانور اندھا، کانیا، لنگڑا ہو اور اس کے عیوب بالکل ظاہر ہوں تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَكَ
اس طرح اگر اس کی بیماری ظاہر ہو، جس کے دونوں کان کٹے ہوئے ہوں، جس کی چمکتی یا دم
بالکل کٹی ہوئی ہو یا جس کا پیدائشی کان نہ ہو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

جس جانور کا ایک کان پورا اکٹھا ہو یا جس کا پیدائشی صرف ایک کان ہو اس کی قربانی بھی
جائز نہیں۔ اگر کان، چمکتی یا دم اور آنکھ کا زیادہ حصہ ضائع ہو گیا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر
کم حصہ ضائع ہوا ہو تو پھر قربانی صحیح ہے۔ جو جانور بھیگا ہو یا جس کا اون کاٹ لیا گیا ہو اس کی قربانی
بھی جائز ہے۔ خارش زدہ جانور اگر موٹا تازہ ہو تو اس کی قربانی جائز ہے ورنہ نہیں جائز نہیں ہے۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم صرف مسنہ
(ایک سال کی بکری، دو سال کی گائے اور پانچ سال کا اونٹ) کی قربانی کیا کرو، ہاں اگر تم کو (مسنہ ملنا)
دشوار ہو تو چھ سات ماہ کا دنبہ ذبح کر دو۔ [صحیح مسلم، مسند امام احمد، سنن ابی داؤد، سنن نسائی]
قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں:

- ① اونٹ اور اونٹنی! ان کی عمر کم از کم پانچ سال ہونا ضروری ہے۔
- ② گائے، بیل، بھینس اور بھینسا، ان کی عمر کم از کم دو سال ہونا ضروری ہے۔
- ③ بکری، بکرا، بھیڑ اور دنبہ، ان کی عمر کم از کم ایک سال ہونا ضروری ہے۔ البتہ دنبہ اگر
چھ مہینے کا ہو لیکن اتنا فربہ (صحت مند) ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اس کی قربانی
بھی جائز ہے۔ نیز بکری، بکرا، بھیڑ اور دنبہ صرف ایک آدمی کی طرف سے قربانی میں ذبح کیا جاسکتا ہے،
جب کہ گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ اور اونٹنی میں زیادہ سے زیادہ سات افراد شریک ہو سکتے ہیں۔
شرط یہ ہے کہ سب کی نیت عبادت اور حصول اجر و ثواب کے لیے ہو۔

صاحب نصاب اور عیب دار جانور

صاحب نصاب نے اس قسم کے عیب والے جانور کو خرید یا خریدنے کے بعد اس میں کوئی ایسا
عیب پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے قربانی ممنوع ہے تو ہر صورت میں صاحب نصاب کا اس جانور کی
قربانی کرنا جائز نہیں اور جو صاحب نصاب نہ ہو وہ ہر صورت میں اس جانور کی قربانی کر سکتا ہے۔
[شرح صحیح مسلم، جلد ۶، صفحہ ۱۵۱]

بہ وقت ذبح عیب دار جانور کی قربانی

ذبح کرتے وقت قربانی کا جانور اچھلا کودا اور اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا یا ذبح ہوتے ہوئے
اٹھ کر بھاگا اور وہ عیب دار ہو گیا تو اسے اسی حالت میں ذبح کر دیں، قربانی ہو جائے گی۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۴۰ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
افضل ترین قربانی کا بیان

حضرت بقیعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:
”اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ پسندیدہ قربانی وہ ہے جو زیادہ مہنگی اور زیادہ
فربہ ہو“ --- [سنن کبریٰ: ۲۷۲/۹]

زیادہ فربہ و قیمتی جانور کی قربانی

زیادہ فربہ، زیادہ حسین اور زیادہ قیمتی جانور کی قربانی مستحب اور افضل ہے۔ بکریوں کی جنس میں
سرئی رنگ کا سینگوں والا خسی مینڈھا افضل ہے۔ خسی جانور کی قربانی آٹھ دو کی بہ نسبت زیادہ افضل ہے،
کیوں کہ اس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے۔

قیمتی، فربہ اور لذیذ ترین جانور کی قربانی

اگر بکری کی قیمت اور گوشت! گائے کے ساتویں حصے کی قیمت اور گوشت کے برابر ہو تو
بکری کی قربانی افضل ہے، کیوں کہ بکری کا گوشت لذیذ ہوتا ہے اور اگر گائے کے ساتویں حصے میں
بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے کی قربانی افضل ہے۔ نیز مینڈھا، بھیڑ سے اور دنبہ، دنبی سے
افضل ہے۔ بکری، بکرے سے افضل ہے، لیکن خسی بکرا، بکری سے افضل ہے۔ گائے، بیل سے اور
اونٹنی، اونٹ سے افضل ہے، جب کہ ان کی قیمت اور گوشت برابر ہو۔

گائے وغیرہ کے ساتویں حصے کی قربانی اور بکری کی قربانی میں اس جانور کی قربانی کرنا افضل ہے
جس کی قیمت زیادہ ہو۔ اگر قیمتیں برابر ہوں تو جس کا گوشت زیادہ ہو، وہ افضل ہے اور اگر قیمتیں
اور گوشت دونوں برابر ہوں تو پھر جس کا گوشت زیادہ لذیذ ہو، اس جانور کی قربانی کرنا افضل ہے۔
خلاصہ کلام یہ ہے کہ بالترتیب زیادہ قیمتی، زیادہ فربہ اور لذیذ ترین جانور کی قربانی افضل ہے۔

قربانی کے گوشت کا بیان

قربانی کے جانور کا گوشت خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا مستحب ہے اور افضل یہ ہے کہ گوشت کے
تین برابر حصے کیے جائیں اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے، ایک حصہ فقیروں اور غریبوں کے لیے
اور ایک حصہ اپنے دوست و احباب کے لیے مخصوص کیا جائے۔ اگر قربانی کا سارا گوشت صدقہ کر دیا
یا سارا اپنے لیے رکھ لیا تو یہ بھی جائز ہے اور اس کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ بھی
گوشت ذخیرہ کر کے رکھے، لیکن اس کو کھلانا اور صدقہ کرنا افضل ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص کثیر العیال
(زیادہ اہل و عیال والا) ہو تو اس کے لیے افضل اپنے اہل و عیال کو کھلانا ہے۔

مشترکہ قربانی اور برابر حصہ داری

گائے وغیرہ کی مشترکہ قربانی میں حصہ داری کی ہے تو لازمی ہے کہ گوشت وزن کر کے برابر برابر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ الْمَشْرُكِيْنَ ۝ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحِيَّائِيْ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَبِذَلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اَللّٰهُمَّ لَكَ وَمِنْكَ ---
پھر بلند آواز سے بِسْمِ اللّٰهِ، اللّٰهُ اَكْبَرُ، پڑھ کر ذبح کر دیں اور ذبح میں کم از کم چار یا تین رگیں ضرور کٹنی چاہئیں۔

نیز یہ مستحب ہے کہ چھری تیز ہو اور گلے میں چھری پھیرنے کے بعد اتنی دیر انتظار کرنا مستحب ہے جتنی دیر میں اس کے تمام اعضا ٹھنڈے ہو جائیں اور اس کے تمام جسم سے جان نکل جائے اور اس کے جسم کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال اتارنا مکروہ ہے۔

جانور ذبح ہو جانے کے بعد یہ دعا پڑھیں:

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ اِبْرٰهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۝ ---

ضروری وضاحت

اگر ذبح کرنے والا یاد دعا پڑھنے والا کوئی اور ہو تو پھر ”مینی“ کی جگہ میں فلان (اس شخص یا اشخاص کا نام) کہے۔ اگر گائے یا اونٹ وغیرہ ہو تو تمام شرکاء عرقبانی کا نام لینا ضروری ہیں۔

قربانی کی کھالیں

قربانی کی کھال کو اپنے استعمال میں بھی لایا جاسکتا ہے۔ مثلاً اس سے جائے نماز (مصلیٰ) موزے اور مشکیزہ وغیرہ بنا سکتے ہیں۔ جب کہ قربانی کی کھال بیچ کر اس کی رقم اپنے استعمال میں نہیں لاسکتے بلکہ اس کل رقم کو صدقہ کر دینا واجب ہے۔ اسی طرح قربانی کے جانور کی کھال یا گوشت قصائی کو اجرت کے طور پر دینا جائز نہیں ہے۔

قربانی کی کھال اور اعانت دین

قربانی کی کھالیں کسی نادار و مفلس غریب اور مستحق کو بھی دے سکتے ہیں، البتہ دینی اداروں اور مدارس کو دینا افضل ہے، کیوں کہ یہ تبلیغ و اشاعت دین کے کام میں اعانت و مدد بھی ہے اور صدقہ جاریہ بھی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو قربانی کا عظیم فریضہ انجام دینے اور اس کی روح اور فلسفہ پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ تَقْسِيْمَ كَيْفَا جَآءَ، اندازہ سے تقسیم نہ کریں، کیوں کہ ہو سکتا ہے کہ کسی کو گوشت زیادہ اور کسی کو کم ملے اور یہ ناجائز ہے۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ اگر کسی کو کم و بیش ملے گا تو ہر ایک حصہ دار دوسرے کو جائز (معاف) کر دے گا، کیوں کہ یہاں عدم جواز حق شرع ہے اور اس کو معاف کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔

حلال جانور کے اعضائے ممنوعہ

شریعت کے مطابق ذبح کیے ہوئے حلال جانور کے مندرجہ ذیل اعضاء اور حصے کھانا ممنوع ہیں۔
دم مسفوح (بہ وقت ذبح پہنے والا خون)، ذکر و فرج (جانور کے پیشاب کی جگہ)، خصیتین (کپورے)، مثانہ، دُبر (جانور کے پاخانے کی جگہ)، حرام مغز اور آنتیں، ان میں دم مسفوح (ذبح کے وقت پہنے والا خون) حرام قطعی اور باقی مکروہ تحریمی ہیں۔ [بہ حوالہ تفہیم المسائل]
اگر کوئی حلال جانور کسی بھی وجہ سے مردار (حرام) ہو جائے تو اس کی کھال سے بغیر دباغت (رنگنے) کے نفع حاصل کرنا اور اس کی خرید و فروخت کرنا جائز نہیں ہے، البتہ دباغت کے بعد اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے، کیوں کہ دباغت کے بعد کھال پاک ہو جاتی ہے۔ اسی طرح مردار کی وہ چیزیں جن میں زندگی حلول کرتی ہے (مثلاً آنتیں اور چربی وغیرہ)، ان سے نفع حاصل کرنا جائز نہیں ہے اور وہ چیزیں جن میں زندگی حلول نہیں کرتی مثلاً ہڈیاں، سینک، بال، روئیں، گھر، پنچے، اون، ناخن اور چونچ وغیرہ ان سے نفع حاصل کرنا جائز اور درست ہے۔ [ہدایہ، شرح وقایہ]

تکبیرات تشریق

۹ رذوالحجہ کی نماز فجر سے ۱۳ رذوالحجہ کی نماز عصر تک ہر باجماعت نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے یہ تکبیرات پڑھنا واجب ہے اور تین مرتبہ پڑھنا افضل و مستحب ہے۔ عید گاہ آتے جاتے بھی برآواز بلند یہ تکبیرات پڑھنی چاہئیں۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ ---

ذبح کے وقت تکبیر اور دعا

قربانی کرنے سے پہلے جانور کو پانی اور چارادے دیں۔ چھری اچھی طرح تیز کر کے جانور کو بائیں پہلو پر لٹا کر اسے قبلہ رخ کر لیں۔ اپنا دایاں پاؤں اس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیں۔ ذبح سے پہلے یہ دعا پڑھ لیں۔

دعائے قربانی

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۴۲ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اوجھڑی کا مسئلہ

حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور مسیلمہ پنجاب

امام اہل سنت مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث والفقیر علامہ ابوالبرکات
سید احمد شاہ صاحب قدس سرہ العزیز (حزب الاحناف، لاہور) کا فتویٰ

ڈاکٹر مفتی محمد ضیاء الحبیب صابری

سوال

حلال جانور میں کون کون سے حصے کھانے حرام ہیں، نیز بکرے کے کپوروں کے بارے میں
کیا حکم ہے؟

ریاض احمد، جماعت دہم، حافظ آباد

الجواب

نر، مادہ کی شرم گاہ، پتہ، حرام مغز، کپورہ، خون، پہلنا (مثانہ)۔۔۔
اگر اوجھڑی خوب صاف کر لی جائے کہ اس میں بالکل بو باس نہ رہے تو
بلا کراہت جائز ہے۔ کذا فی البدائع۔۔۔

پنجاب میں کپورہ کھانے کا بکثرت رواج ہے اور بعض کباب فروش ایک ہی توے میں
گردے، کباب کی ٹکیاں تلتے ہیں اور ساتھ ہی اسی چربی، گھی یا تیل میں کپورے بھی
بھونتے ہیں اور کپوروں کا عرق ان کبابوں میں بھی شامل ہوتا ہے، وہ بھی کپوروں کی طرح
حرام و ممنوع ہو جاتے ہیں۔۔۔

[ماہ نامہ رضوان، لاہور، ۷ تا ۱۴ مارچ ۱۹۵۴ء]



۹ نومبر ۱۸۷۷ء کا سورج ”نرگس کی طویل نوحہ خوانی پر مہربان ہوا اور سیال کوٹ کی سرزمین سے
اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ایک صالح مرد شیخ نور محمد قادری کے آگن میں ”دیدہ وز“ پیدا ہوا۔۔۔
والدین نے نومولود کا نام ”محمد اقبال“ رکھ کر اپنے بختوں کی فیروزمندی کا ثبوت دیا۔۔۔
تکمیل تعلیم کے بعد محمد اقبال عملی زندگی میں قدم رکھتے ہیں، ”فلسفہ و روحانیت“ کی دنیا کا یہ شخص
اعلیٰ ترین صلاحیتوں کے باوجود کامیاب دنیا دار بننے کی بجائے عرفان و ایقان خودی اور پھر اس کے
ابلاغ کو مقصد حیات بنا کر بس اسی کا ہو کر رہ گیا۔۔۔ اس نے امت مسلمہ کی زبوں حالی کے
اسباب کی درست تشخیص اور اس کا ٹھیک ٹھیک علاج بھی دریافت کر لیا تھا۔۔۔ فلسفیوں کے
مختلف مکاتب فکر کے اسالیب کی خوبیوں خامیوں سے آگہی نے حضرت علامہ مرحوم کو قرآن حکیم کا
طالب علم بنا دیا۔۔۔ حضرت اقبال قرآن حکیم سے حاصل شدہ روشنی کو ہی دارین کی فلاح کا
ضامن قرار دیتے ہیں۔۔۔

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی فکر سائن، بھیا تک خطرات کو بھانپ چکی تھی جو کلیسائی امت کی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
بطور امت ششگنی کے اسباب بنے تھے۔۔۔ اور اس کی ذمہ داری خود کلیسا ہی پر تھی، جس کا کسی دوسرے کو
الزام نہیں دیا جاسکتا۔۔۔ یورپ میں ”کنگ و کلیسا“ کی ملی بھگت نے ”انسانیت“ کی مٹی پلید
کر رکھی تھی، علم دشمن اہل کلیسا اپنی بدبودار بوسیدہ دیومالائی و افسانوی روایات کو ہر چیز سے عزیز تر
رکھتے تھے، جس کے باقاعدہ سیاسی و معاشرتی اسباب تھے۔۔۔ ان خرافات کا جال بہت مضبوط
سمجھا جاتا تھا اور اس میں قید و پابند انسانیت اپنی بے بسی کو نقدیر کا لکھا سمجھ کر سرنگوں رہی۔۔۔
”کنگ و کلیسا“ کی اس گھناؤنی چال کے سامنے ہر کوئی خاموش، گونگی اور بے سستی کی شکار
زندگی بھگت رہا تھا۔۔۔

فرنگی سامراج نے جب دیگر اقوام کو فتح کرنے اور غلام بنانے کی مہمات تیز سے تیز کر دیں
اور مختلف تہذیبوں اور معاشروں کو اپنے ”بے مذہب“ طرز زندگی میں ڈھالنا شروع کیا۔ ان کے
تعلیمی ادارے بظاہر محض تعلیم و تدریس کے ادارے تھے مگر برصغیر میں دراصل یہ درس گاہیں بطور خاص
اسلامی تہذیب و اقدار کی قتل گاہیں تھیں۔۔۔ حضرت علامہ یورپ میں قیام کے زمانے یہ سب کچھ
قریب سے دیکھ کر آئے تھے اور اُن کی ایمان سے لبریز فکر نے یورپ سے واپسی پر جو پیغام دینا
ضروری سمجھا وہ یہ تھا:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانش فرنگ

سرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

ہر بڑے آدمی کی طرح حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ بھی مخالفوں اور حاسدوں کے الزامات
اور تہمتوں کی زد میں رہے۔۔۔ الزام دینے والوں کو اس سے غرض نہیں ہوتی کہ اس حرکت سے خود
ان کی اپنی کس قدر بھداڑے گی، انہیں تو بس جذبہ حسد کی تسکین کے لیے کچھ نہ کچھ کہہ دینا ہوتا ہے۔۔۔
لیکن حضرت علامہ کا معاملہ اس باب میں نہایت منفرد اور انتہائی خوب صورت ہے۔۔۔
جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال (میں باباجھلے شاہ قصوری کے نتیجے میں ”پسراقبال“ نہیں کہوں گا)
لکھتے ہیں:

”قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان میں مختصر اقبال کا استدلال یہ تھا کہ مسلمانوں کی

ملی وحدت کی بنیادیں مذہبی تصور پر استوار ہیں۔ اگر ان میں کوئی ایسا گروہ پیدا ہو جو

اپنی اساس ایک نئی نبوت پر رکھتے ہوئے یہ اعلان کرے کہ تمام مسلمان جو اس کا موقف

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۴۶ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
قبول نہیں کرتے وہ کافر ہیں، تو قدرتی طور پر ہر مسلمان ایسے گروہ کو ملت اسلامیہ کے
استحکام کے لیے ایک خطرہ قرار دے گا اور یہ بات اس لیے بھی جائز ہوگی کہ مسلم معاشرے کو
ختم نبوت کا عقیدہ ہی سالمیت کا تحفظ فراہم کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک قبل از اسلام
مجوسیت کے جدید احیاء نے جن دو تحریکوں کو جنم دیا، ان میں ایک بہانیت ہے اور
دوسری قادیانیت۔ بہانیت اس اعتبار سے زیادہ دیانت پر مبنی ہے کہ وہ اسلام سے
علائیہ علیحدگی کا رستہ اختیار کرتی ہے لیکن قادیانیت اسلام کے بعض اہم ظواہر کو
برقرار رکھتے ہوئے اس کی روح اور نصب العین سے انحراف کرتی ہے۔ اقبال کے
بیان کے مطابق ”بروز“، ”حلول“ اور ”غل“ کی اصطلاحات مسلم ایران میں اسلام سے
منحرف تحریکوں نے اختراع کیں اور ”مسیح موعود“ کی اصطلاح بھی مسلم دینی شعور کی
تخلیق نہیں ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے حاکموں کے لیے بہترین راستہ
یہی ہے کہ قادیانیوں کو ایک علیحدہ مذہبی فرقہ قرار دے دیں۔۔۔

[ماہنامہ کنز الایمان لاہور، ختم نبوت نمبر، دسمبر ۲۰۰۹ء، صفحہ ۶۳۶-۶۳۵]

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے اس مضمون ”قادیانیت اور صحیح العقیدہ مسلمان“ پر ۱۴ مئی
۱۹۳۵ء کے روزنامہ اسٹیٹ مین دہلی نے مضمون کے ساتھ اپنی طرف سے تبصرہ لکھا اور اس تبصرے میں
کچھ سوالات اٹھائے، جن کا علامہ نے جواب لکھا جو ۱۰ جون ۱۹۳۵ء روزنامہ اسٹیٹ مین دہلی میں
شائع ہوا۔۔۔ حضرت حکیم الامت کا جواب مضمون ملاحظہ فرمائیں:

”آپ نے اپنے ادارے میں جو سوال اٹھایا ہے، وہ بڑا ہی اہم ہے اور میں

واقعی بہت خوش ہوں کہ آپ نے اسے اٹھایا ہے۔ میں نے اپنے بیان میں اس سوال کو

نہیں اٹھایا کیوں کہ میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ قادیانیوں کی علیحدگی پسندی کی پالیسی

(جس پر وہ مذہبی اور سماجی معاملات میں یکسانیت کے ساتھ اس وقت سے کوشاں ہیں

جب متقابل رسالت کی بنیادوں پر ایک نئے فرقے کے قیام کا خیال پیدا ہوا) اور

اس روش کے خلاف مسلمانوں کے جذبات کی شدت کے پیش نظر یہ ایک حد تک

حکومت کا فرض تھا وہ ہندوستان کے مسلمانوں کی طرف سے موقف کی باضابطہ پیش کش کا

انتظار کیے بغیر قادیانیوں اور مسلمانوں کے مابین اپنے بنیادی اختلاف پر انتظامیہ کی

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ

24

حیثیت سے توجہ کرتی۔ میرے ان احساسات کو حکومت کے اس رویے سے بھی تقویت ملی تھی جو اس نے سکھ فرقہ کے بارے میں اختیار کیا، جسے ۱۹۱۹ء تک انتظامی اعتبار سے علیحدہ سیاسی اکائی تصور نہیں کیا جاتا تھا لیکن بعد میں اسے یہ حیثیت دی گئی، حالانکہ سکھوں نے اپنے موقف کو باضابطہ طور پر پیش نہیں کیا تھا اور اس کے باوجود کہ لاہور ہائیکورٹ کا فیصلہ یہ تھا کہ سکھ فی الحقیقت ہندو ہیں۔

بہر حال، چون کہ اب آپ نے یہ سوال اٹھایا دیا ہے، لہذا میں اس معاملے کے بارے میں چند مشاہدات پیش کروں گا، جو میرے نزدیک انگریزوں اور مسلمانوں دونوں کے نقطہ نظر سے انتہائی اہم ہیں۔ آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں یہ بات بالکل واضح بیان کروں کہ آیا (اور پھر کن حالات یا کس مقام پر) میں کسی فرقے کے مذہبی اختلافات کے بارے میں سرکاری موقف گوارا کر سکتا ہوں۔ میں یہ کہوں گا کہ:

اول یہ کہ اسلام درحقیقت ایک دینی جماعت ہے، جس کی حدود واضح طور پر متعین ہیں، یعنی محمد علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم النبیین ہونے کا یقین۔ یہی وہ اصول ہے جو بالکل واضح طور پر مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے اور جس کی بنا پر کوئی بھی فرد یہ فیصلہ کر سکتا ہے کہ فلاں شخص یا گروہ جماعت کا حصہ ہے یا نہیں، مثلاً برہمنوں کے پیرو خدا کی ذات پر یقین رکھتے ہیں اور وہ محمد علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کے پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر بھی مانتے ہیں لیکن اس کو ہرگز اسلام کا جزو قرار نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ قادیانیوں کی طرح وہ اس نظریے میں یقین رکھتے ہیں کہ پیغمبروں کی معرفت الہامات کا سلسلہ غیر مختتم ہے اور وہ محمد علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے خاتم النبیین ہونے پر یقین نہیں رکھتے۔ جہاں تک مجھے علم ہے مسلمانوں کے کسی بھی فرقے نے اس حد فاصل سے تجاوز کی جسارت نہیں کی۔ ایران میں بہانیوں نے ختم نبوت کے اصول کو کھلم کھلا مسترد کر دیا لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے واضح طور پر اس کا بھی اعتراف کیا کہ لفظ مسلم کے اصطلاحی معنی کے اعتبار سے وہ مسلمان نہیں بلکہ ایک نیا فرقہ ہیں۔ ہمارے عقیدے کے مطابق مذہب کی حیثیت سے اسلام کو خدا نے الہام کیا، لیکن معاشرے یا قوم کی صورت میں اسلام کے وجود کا مکمل انحصار صرف

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۴۸ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

رسول اللہ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک پر ہے۔ میرے خیال میں قادیانیوں کے سامنے صرف دو ہی راستے ہیں، یا تو وہ راست بازاری سے بہانیوں کی تقلید کرنے لگیں یا پھر وہ اسلام میں ختم نبوت کے بارے میں اپنی توضیحات کو ترک کر کے اس عقیدے پر اس طرح ایمان لے آئے جیسا اس کا منشاء و مراد ہے۔ قادیانیوں کی عمارانہ توضیحات کے پس پشت ان کی یہ خواہش کا فرما ہے کہ وہ سیاسی فوائد کی خاطر اسلام کے دائرے میں شامل رہیں۔

دوم یہ کہ ہمیں عالم اسلام کے بارے میں قادیانیوں کی اپنی پالیسی اور رویے کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ تحریک کے بانی نے اسلام کو [۱] ”سڑا ہوا دودھ“ اور اپنے ماننے والوں کو ”تازہ دودھ“ قرار دیا تھا اور آخر الذکر کو خبردار بھی کیا تھا کہ اول الذکر سے نہ گھلیں ملیں۔ علاوہ ازیں وہ بنیادی اصولوں سے منکر ہیں اور اپنے فرقے کو ایک نئے نام (احمدی) سے موسوم کرتے ہیں۔ وہ مسلمانوں کے نماز کے اجتماعات میں بھی شرکت نہیں کرتے اور شادی بیاہ جیسے معاملات میں مسلمانوں کا سماجی مقاطعہ کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس!

ان سب سے بڑھ کر قادیانیوں کا یہ دعویٰ ہے کہ سارا عالم اسلام کافر ہے۔ مجموعی طور پر یہ تمام امور بلاشبہ قادیانیوں کی جانب سے علیحدگی کے اعلان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یقیناً درج بالا حقائق یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ وہ اسلام سے اس دوری کی نسبت زیادہ دور ہیں جو سکھوں اور ہندو مت میں پائی جاتی ہے، کیوں کہ سکھ، ہندوؤں کے مندروں میں پوجا نہ کرنے کے باوجود ان میں شادیاں تو کر لیتے ہیں۔

[۱]..... حضرت علامہ اقبال نے مرزا قادیانی کے فرزند مرزا بشیر الدین کی روایت کو بالعمنی نقل فرمایا ہے، مرزے کا بیان یہ ہے:

”حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے، مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے“ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائے گا، تم ڈرو کہ تم میں سے نہ کوئی کاٹا جائے، پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا آخر ماؤں کا دودھ بھی سوکھ جایا کرتا ہے، کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں؟۔۔۔

[حقیقت الروایاء، صفحہ ۴۶، مطبوعہ: ۱۳۳۶ھ]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
سوم، یہ جاننے کے لیے کوئی غیر معمولی ذہانت درکار نہیں کہ مذہبی و سماجی معاملات میں
علیحدگی کی پالیسی اپنانے کے باوجود قادیانی فرقہ سیاسی اعتبار سے اسلام کے ساتھ
کیوں منسلک رہنا چاہتا ہے۔ قطع نظر ان سیاسی فوائد کے جو سرکاری ملازمت سے
متعلق ہیں اور جنہیں وہ اسلام سے منسلک رہ کر حاصل کر لیتے ہیں، یہ ظاہر ہے کہ قادیانی
اپنی موجودہ آبادی کے پیش نظر، جو آخری مردم شماری کے مطابق صرف ۵۶ ہزار ہے،
ملک کے کسی بھی دستور ساز ادارے میں ایک نشست کے بھی حق دار نہیں۔ لہذا وہ
ان معانی میں سیاسی اقلیت کے زمرے میں نہیں آتے جس میں آپ نے اس اصطلاح کو
استعمال کیا ہے، اور یہ بات کہ اب تک قادیانیوں نے ایک علیحدہ واضح سیاسی یونٹ کی
حیثیت دیے جانے کا مطالبہ کیوں نہیں کیا، یہ ظاہر کرتی ہے کہ وہ اپنی موجودہ پوزیشن میں
خود کو دستور ساز اداروں میں نمائندگی کا حق دار نہیں پاتے۔ نئے آئین میں ایسی
اقلیتوں کے لیے تحفظ کی دفعات موجود ہیں۔ میرے خیال میں یہ واضح ہے کہ
الگ حیثیت دیے جانے کے لیے حکومت تک رسائی کے معاملے میں قادیانی فرقہ کبھی
پہل نہیں کرے گا۔ جملہ مسلمان اپنے مطالبے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ قادیانیوں کو
فی الفور جماعت مصدری سے علیحدہ کر دیا جائے۔ اگر حکومت فوری طور پر ان کا یہ مطالبہ
تسلیم نہیں کرتی تو ہندوستان کے مسلمانوں کو یہ شک ضرور گزرے گا کہ برطانوی حکومت
گویا نئے مذہب کو بچا کر رکھ رہی ہے اور انہیں مسلمانوں سے علیحدہ حیثیت دینے میں
اس لیے دیر کر رہی ہے کہ اس کے پیر و تعداد میں بہت کم ہیں اور فی الحال اس صوبے میں
ایسی چوتھی اقلیت کا کردار ادا کرنے کے قابل نہیں جو دستور ساز ادارے میں پنجاب کے
مسلمانوں کی پہلے ہی برائے نام اکثریت کو موثر طور پر نقصان پہنچا سکے۔ حکومت نے
۱۹۱۹ء میں سکھوں کی طرف سے انہیں علیحدہ فرقہ قرار دیے جانے کے باضابطہ مطالبے کا
انتظار نہیں کیا تھا، پھر آخر قادیانیوں کے سلسلے میں ایسے باضابطہ مطالبے کا انتظار
کیوں کیا جائے؟“۔۔۔

[منقول ترجمہ از اقبال نامہ، صفحہ ۵۶۳ تا ۵۶۷]

اس جواب پر مرزے کا دیانی کی ذریت تمللا اٹھی۔۔۔ اور حضرت علامہ کے خلاف اپنے اخبارات
”ماہ نامہ“ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۵۰ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
ورسائل میں الزامات کا مذموم سلسلہ شروع کر دیا، جس کا حضرت علامہ نے کوئی نوٹس نہیں لیا۔۔۔
اسی زمانے میں انجمن حمایت اسلام کے ایک کا دیانی رکن مرزا یعقوب بیگ والا واقعہ پیش آیا اور
کا دیانیوں کو علامہ اقبال کے خلاف زہر فحشانی کا موقع مل گیا۔۔۔ مگر۔۔۔ جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال
کے مطابق ”میرا انکوائری کمیشن“ کے سامنے ایک گواہ نے کہا کہ علامہ محمد اقبال نے مرزا کا دیانی سے
بیعت کی تھی۔۔۔ وکلاء کی بحث اور جرح کے دوران اُس کا بیان جھوٹا ثابت ہوا۔۔۔ علامہ کی
زندگی میں کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ان پر کا دیانیت کی تہمت لگاتا۔۔۔ حضرت اقبال رحمہ اللہ کے
وصال ۱۵، ۱۶ سال بعد ایسی بے سرو پا کہانی گھڑی گئی۔۔۔ چنانچہ جسٹس ریٹائرڈ جاوید اقبال
روایت کرتے ہیں:

”اس بات میں کوئی صداقت نہیں کہ اقبال نے اپنی زندگی کے کسی مرحلہ پر
مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کی یا قادیانیت کے ساتھ ان کا گہرا تعلق رہا۔ اسی طرح
یہ کہنا بھی درست نہیں کہ ان کے والد شیخ نور محمد قادیانی تھے۔ البتہ ان کے بڑے بھائی
شیخ عطاء محمد نے اپنے زندگی کے ایک حصہ میں قادیانی مسلک قبول کیا اور کچھ مدت تک
جماعت قادیانیہ میں شامل رہے مگر بقول ان کے فرزند شیخ مختار احمد اور دختران عنایت بیگم و
وسیمہ بیگم بعد ازاں قادیانیت کو ترک کر کے جماعت سے رشتہ توڑ دیا۔ شیخ عطاء محمد
اقبال کی وفات کے تقریباً دو سال بعد ۲۲ دسمبر ۱۹۴۰ء کو سیال کوٹ میں فوت ہوئے
اور انہیں امام صاحب کے معروف قبرستان میں دفنایا گیا۔ ان کے جنازے میں
راقم بھی شریک تھا، نماز جنازہ شہر کے ایک سنی امام مولوی سکندر خان نے پڑھائی۔
البتہ شیخ اعجاز احمد اور ان کے چند قادیانی احباب نے غالباً شیخ عطاء محمد کے گزشتہ یا
مفروضہ عقیدے کے پیش نظر علیحدہ نماز جنازہ پڑھی۔ شیخ عطاء محمد کی اولاد میں صرف
شیخ اعجاز احمد قادیانی عقیدہ رکھتے ہیں۔۔۔“

[ماہنامہ کنز الایمان لاہور، ختم نبوت نمبر، دسمبر ۲۰۰۹ء، ص ۶۴۱]

ایسا شخص جس کی زندگی کے آخری اور اہم سال مرزائیوں کا تعاقب کرتے گزرے، اس کو
قادیانی قرار دینا، کا دیانی دجل و فریب نہیں تو اور کیا ہے۔۔۔ حکیم الامت علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ کے
ان گنت مضامین، مباحثے، نظم و نثر میں لکھے گئے شہ پارے، مسیلہ پنجاب مرزا کا دیانی آنجمانی سے نفرت

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
اور اس فتنے سے مسلمانوں کو بچانے کے منہ بولتے ثبوت ہیں۔۔۔

26

حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک مکتوب بنام خان نیاز الدین خاں میں رقم طراز ہیں:

”نبی کریم (علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام) کی زیارت مبارک ہو، اس زمانے میں یہ
بڑی سعادت کی بات ہے، دوسری روایا کا بھی یہی مفہوم ہے، قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے
تاکہ قلب ”محمدی نسبت“ پیدا کرے، اس نسبت محمدیہ کی تولید کے لیے یہ ضروری نہیں
کہ قرآن کے معانی بھی آتے ہوں، خلوص و محبت کے ساتھ محض قرأت کافی ہے۔
میرا عقیدہ ہے کہ نبی کریم (علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام) زندہ ہیں اور اس زمانے کے
لوگ بھی اُن کی صحبت سے اُسی طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ
علیہم اجمعین) ہوا کرتے تھے۔ لیکن اس زمانے میں تو اس قسم کے عقائد کا اظہار بھی
اکثر دماغوں کو ناگوار ہوگا، اس واسطے خاموش رہتا ہوں۔۔۔“

[مکاتیب اقبال بنام خان نیاز الدین خاں، صفحہ ۱۰۷، اقبال نامہ از شیخ عطاء اللہ، صفحہ ۵۸۲]
جس ہستی کا عقیدہ اتنا پاکیزہ اور راسخ ہو کہ اپنے محبوب نبی کو زندہ یقین کرتا ہے اور اُن کو
آج بھی اُسی طرح فیض رساں سمجھتا ہے جس طرح وہ حضرات صحابہ کرام کے لیے فیض بخش تھے،
اس ہستی کے دل و دماغ کی دنیا میں کسی متنبی کی کہاں گنجائش رہ جاتی ہے۔۔۔

حضرت قلندر لاہوری مرید رومی اپنے عقیدے کا اظہار یوں بھی کرتے ہیں:
پس خدا بر ما شریعت ختم کرد بر رسولی ما رسالت ختم کرد
لَا نَبِيَّ بَعْدِي وَاحْسَانِ خدا است پردہ ناموسِ دیں مصطفیٰ است
[اسرار رموز، صفحہ ۱۰۲]

فرنگی استعمار کے زیر اثر ہندوگان سیم و زر کی قلابازیاں بھی حضرت علامہ سے مخفی نہ تھیں، جن کی
ترجیحات میں ”مذہب“ کا کوئی خانہ ہی نہ تھا، اگر کہیں ہوا بھی تو محض بطور وزن و بحر، سب سے نیچے،
برصغیر میں فرنگی کے گماشتے ہر طبقہ، ہر گروہ اور ہر علاقہ و زبان کے لوگ پیدا ہو چکے تھے۔ فرنگی کی
حمایت میں مسلمانوں کے خلاف جاسوسی کر کے جاگیریں اور خصوصی مراعات حاصل کرنا ان کے نزدیک
”دائمی“ تھا۔۔۔ نوع، نوع کے نظریات جنم پانے لگے، نئے نئے فلسفے بگھارے جانے لگے،
دہریت و نیچریت کے دوش بدوش فتنہ انکار فقہ و تقلید جو بڑھتے بڑھتے انکار حدیث تک جا پہنچا۔۔۔

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۵۲ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
قرآن وحدیث کی من مانی تاویلات اور گمراہ کن تعبیرات عام ہونے لگیں۔۔۔ ردِ شرک و بدعات
کے زیر عنوان مسلمات صلحاء و ائمہ دین کو جہالت اور کورانہ تقلید قرار دیا جانے لگا۔۔۔ صدیوں سے
نسل در نسل راسخ العقیدہ اہل ایمان کی اولادوں کو اپنا آسان شکار بنانے کے لیے بھوسوں اور بُت پرستوں
کے مشرک آباؤ اجداد کے بارے میں اُتری قرآنی آیات مبارکہ کو انبیاء کرام، اولیاء اللہ اور
اہل ایمان پر ڈھٹائی سے چسپاں کیا جانے لگا۔۔۔

مسلمانوں میں فرنگی چالوں کے نتائج میں نئی نئی افکار راہ پار ہی تھیں، نت نئے فتنے ابھر رہے تھے،
علامہ مرحوم مسلمانوں کی بے عملی، سادگی، بھولپن اور شاید حرصِ دنیا دیکھ کر تڑپ اُٹھتے، فتنہ گردوں کی
دسیسہ کاریوں سے سادہ دل مسلمان کو آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اور وہ یہ فرض پوری ذمہ داری سے
ادا کر رہے تھے۔۔۔ مسلمانوں کو ان کے سلف صالحین کے عقائد سے ہٹایا جا رہا تھا، عشقِ رسول
علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کو شخصیت پرستی قرار دے کر امت کو نبی سے بے تعلق کرنے کی شورشیں مچا رہے۔۔۔
کبھی ائمہ دین کو بدعتِ تنقید بنا کر خود اپنی ہی جہالت زدہ فکر کو امام بنانے کے مشورے دیے جا رہے تھے۔۔۔
ان تمام خطرات میں سب سے مہلک اور ایمان کش حربہ، عشقِ رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام سے
بے گامگی کی تبلیغ کو ”توحیدِ خالص“ کے لیبل کے ساتھ پھیلایا جا رہا تھا۔۔۔ فرزندِ انِ اسلام کو
دین ہی کے نام پر مرکزِ دین، جانِ دین اور روحِ دین سے بے گانہ بنایا جا رہا تھا۔۔۔ اقبال کی
غیرتِ عشق کیسے گوارا کرتی۔۔۔ وہ پکار اُٹھے:

اے امانت دارِ تہذیب کہن پشت پا بر مسلکِ آباءِ مزن
از رسالت در جہاں نکوین ما از رسالت دینِ ما آئینِ ما
معنیِ حرفِ کئی تحقیق اگر بنگری با دیدہ صدیق اگر
قوتِ قلب و جگر گردد نبی از خدا محبوب تر گردد نبی

[اسرار رموز، صفحہ ۵۹-۱۰۱]

اقبال کے عشقِ غیور میں ہر الزام گوارا ہے مگر غیرتِ عشق، عشقِ رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام
پر آج آئے، یہ ناممکن ہے۔۔۔ اقبال کی پوری زندگی ”اے کہ بعد از تو نبوت شد، بہر مفہوم شرک“
کی علم بردار رہی۔۔۔ علامہ مرحوم و مغفور کے خطوط ہوں، مضامین یا نظم، ہر جگہ حبِ نبی علیہ وآلہ
الصلوٰۃ والسلام کا یہ پاکیزہ جذبہ نمایاں نظر آتا ہے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ

در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ است آبروئے ما ز نامِ مصطفیٰ است

[اسرار و رموز، صفحہ ۱۹]

یاد عہدِ مصطفیٰ آید مرا تاب و تب در سینہ افزاید مرا

[جاوید نامہ، صفحہ ۲۰۵]

قلندر لاہوری مرحوم کو اسلامیان بر صغیر کے ایک عظیم سپوت، عاشقِ رسول علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام پروفیسر سید محمد الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۹ اپریل ۱۸۸۰ء، وصال ۶ جنوری ۱۹۵۹ء) کی معرکہ آراء تصنیف (جو مرزا کا دیانی کے ہدایات اور اس کے ناپاک دعوے کے رد میں تیغِ ہراں کی شان رکھتی ہے) ”قادیانی مذہب“ موصول ہوئی تو آپ نے کمالِ محبت و شفقتگی سے حضرت الیاس برنی رحمۃ اللہ علیہ کو خط لکھا۔۔۔ یہ خط ۶ جون ۱۹۳۶ء کو سپردِ قلم فرمایا، جو درجِ ذیل ہے:

”آپ کا والا نامہ ابھی ملا ہے۔ کتاب ”قادیانی مذہب“ اس سے بہت پہلے موصول ہو گئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب بے شمار لوگوں کے لیے چراغِ ہدایت کا کام دے گی اور جو لوگ قادیانی مذہب پر مزید لکھنا چاہتے ہیں، ان کے لیے تو یہ ضخیم کتاب ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔۔۔“

[اقبال نامہ، صفحہ ۳۰۴]

اسی محسنِ ملت کے نامِ علامہ کے پانچویں خط ۲۷ مئی ۱۹۳۷ء کے مندرجات ملاحظہ ہوں: ”آپ کی کتاب ”قادیانی مذہب“ کی نئی ایڈیشن، جو آپ نے با کمال عنایت ارسال فرمائی ہے، مجھے مل گئی ہے، جس کے لیے بے انتہا شکر گزار ہوں۔

قادیانی تحریک یا یوں کہیے کہ بانی تحریک کا دعویٰ مسئلہ بروز پڑتی ہے۔ مسئلہ مذکور کی تحقیق تاریخی لحاظ سے از بس ضروری ہے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، یہ مسئلہ عجمی مسلمانوں کی ایجاد ہے اور اصل اس کی آراء یہ ہے۔ نبوت کا سامی تحیل اس سے بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ میری رائے ناقص میں اس مسئلہ کی تاریخی تحقیق قادیانیت کا خاتمہ کرنے کے لیے کافی ہوگی۔۔۔“

[اقبال نامہ، صفحہ ۳۰۹]

کیسائی دسائے کی مجسم شکل و صورت فتنہ قادیانیت کی دین دشمنی کا ہر جگہ عمل و دخل نظر آتا ہے، ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۵۲ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِدَعْوِ كُلِّ مُعْلَمٍ لَّكَ

کا دیانی چالوں سے آپ اربابِ ریاست و کار پردازانِ سیاست کو آگاہ کرتے رہتے تھے، چنانچہ کشمیر کانفرنس کے حوالے سے جناب سید نعیم الحق صاحب کے نام ۹ فروری ۱۹۳۴ء کو آپ کے انگریزی میں لکھے گئے خط کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں:

”چودھری ظفر اللہ خان کیوں کر اور کس کی دعوت پر وہاں جا رہے ہیں، مجھے معلوم نہیں۔ شاید کشمیر کانفرنس کے بعض لوگ ابھی تک قادیانیوں سے خفیہ تعلقات رکھتے ہیں۔ میں اس تمام زحمت کے لیے جو آپ برداشت کر رہے ہیں اور اس تمام ایثار کے لیے جو آپ گوارا فرما رہے ہیں، بے حد ممنون ہوں۔ امید ہے آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔۔۔“

[اقبال نامہ، صفحہ ۳۱۹]

حکیم الامت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین سے ”قادیانی پریس“ ہندوستانی سیاست دانوں کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہو گیا کہ علامہ ”کچھ غلط“ کر رہے ہیں۔ چنانچہ پنڈت جواہر لعل نہرو بھی اس پراگندے کی زد میں آ گئے اور انہوں نے علامہ کے خیالات کو ”ہندوستانی ایکا“ کے خلاف سمجھ کر ان کے رد میں مضمون لکھا۔ جس کی حضرت مرحوم اقبال قلندر لاہوری نے بڑی تفصیل سے مؤثر انداز میں وضاحت فرمائی، جس سے پنڈت جی سمیت سب کے اندیشے دور ہو گئے۔ اس خط محررہ ۲۱ جون ۱۹۳۶ء سے صرف ایک سطر جملہ مؤثر جریدہ ماہ نامہ نور الحبیب کے محترم قارئین کی نذر ہے:

”مجھے اس امر میں قطعاً کوئی شبہ نہیں کہ احمدی (قادیانی) اسلام اور ہندوستان دونوں ہی کے عداور ہیں۔۔۔“

[اقبال نامہ، صفحہ ۵۶۸]

قلندر لاہوری مریدِ رومی رحمۃ اللہ علیہ بر صغیر میں فرنگی چالوں کے اثرات دیکھ رہے تھے اور ”ہرن کی کھال میں چھپے کتوں“ کو اچھی طرح پہچان چکے تھے، اپنے اس عہد کی ناسازگاری و تیرہ بختی کا شکوہ یوں فرماتے ہیں:

عصر من پیغمبرے ہم آفرید آئکہ در قرآں بغیر از خود ندید
[کلیات اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد، صفحہ ۸۲۸]

تن پرست و جاہ مست و کم نگہ اندرونش بے نصیب از لالہ
در حرم زاد و کلیسا را مرید پردہ ناموس مارا بر درید

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَكَ

دامنِ او را گرفتن اہلبی است سینہ او از دل روشن تہی است

[کلیات اقبال، مثنوی پس چہ باید کرد، صفحہ ۸۳۲]

حکیم الامت رحمہ اللہ برابر اپنا فرض نبھاتے رہے، یہاں تک کہ انہیں ایک حد تک اطمینان سا ہونے لگا کہ جس فتنے (مسئلہ پنجاب مرزا کا دیانی آنجہانی) سے وہ مسلمانوں کو بچانا چاہتے ہیں، مسلمان اس کو سمجھ گئے ہیں۔ وہ اپنے ایک خط بنام علامہ سلمان ندوی ۷ اگست ۱۹۳۶ء کو لکھتے ہیں:

”الحمد للہ کہ اب قادیانی فتنہ پنجاب میں رفتہ رفتہ کم ہو رہا ہے۔۔۔۔۔“

[اقبال نامہ، صفحہ ۱۹۱]

آج ملت اسلامیہ خصوصاً اہل پاکستان جن اندوہ ناک سیاسی، سماجی، معاشرتی، معاشی، اخلاقی اور روحانی بحرانوں کا شکار ہیں، یہ ہمہ جہتی انحطاط قوموں کی تباہی کا آخری مرحلہ ہوتا ہے، لیکن:

خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمی

کے مصداق، ابلاغ کے تمام ذرائع سے بدترین اور گمراہ کن بحثوں، پراپیگنڈوں اور دانش کے عنوان سے بگھاری جانے والی بدتمیزیوں کے باوجود ”احیاء امت“ کا عمل بھی کسی نہ کسی صورت جاری ہے۔۔۔۔۔ ورنہ پچھڑوں، گدھوں اور بندروں کے بندوں کی دھمکیاں اپنی اہلیسی آرزوؤں سمیت کب سے عملی جامہ پہن چکی ہوتی۔۔۔۔۔

عجم از نغمہ ام آتش بجان است صدائے من درائے کارواں است
”اہل عجم کی روح میرے نعمات سے جل رہی ہے۔۔۔۔۔ میری آواز مسلمانوں کے

پورے قافلے کے لیے جس کی مانند ہے۔۔۔۔۔“

[پیام مشرق، صفحہ ۷۲]

من و مثلاً ز کیش دیں دو تیریم بفرما بر ہدف او خورد یا من؟
”میں اور مثلاً ایک ترکش کے دو تیر ہیں۔۔۔۔۔ آپ فرمائیں کہ نشانے پر وہ پہنچا

یا میں؟۔۔۔۔۔“

[ارمغانِ حجاز، صفحہ ۴۹]



اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

خلیفہ سوم..... تاجدارِ ذوالنورین..... صاحبِ البحر تین..... جامع القرآن

امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

مولانا محمدناصر خان چشتی

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا
تاج دارِ ذوالنورین..... صاحبِ البحر تین..... جامع القرآن..... کامل الحیاء والایمان.....
ایثار و قربانی کے عظیم پیکر..... شہیدِ مظلوم..... جلوت و خلوت کے راز دار..... معتمد و محبوب
صحابی رسول ﷺ..... خلیفہ سوم امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی بن عفان رضی اللہ عنہ وہ جلیل القدر صحابی
اور خلیفہ راشد ہیں، جن کی سیرت و کردار اہل ایمان کے لیے مینارہ نور کی حیثیت رکھتا ہے اور
قیامت تک تمام صاحبانِ ایمان آپ کی سیرت اور اسوہ پر عمل کر کے رشد و ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔
یوں تو تمام صحابہ کرام رشد و ہدایت اور اخلاقِ کریمانہ کے ستارے اور مثالی پیکر ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بعض ایسی خصوصیات سے نوازا جو صرف آپ کا طرہ امتیاز تھا، زہد و تقویٰ،
فیاضی و سخاوت، تواضع و انکساری، صبر و تحمل، عزم و استقلال اور عشق رسول ﷺ میں آپ
تمام اہل ایمان کے لیے مینارہ نور ہیں۔

سلسلہ نسب اور رسول اللہ ﷺ سے نسبت

خلیفہ سوم امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عام الفیل کے چھٹے سال مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔
آپ کے والد گرامی کا نام عفان اور والدہ محترمہ کا نام اردوی بنت کریمہ ہے۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ
اور ابو عمر وہ ہے، جب کہ آپ کا لقب ذوالنورین ہے۔

آپ کا سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ حضرت عثمان غنی بن عفان بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
بن عبد مناف بن قصی القرشی اموی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں
حضور سید عالم ﷺ سے مل جاتا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نانی حضور اکرم ﷺ کی سگی پھوپھی تھیں،
اس اعتبار سے آپ حضور نبی کریم ﷺ کے قریبی رشتہ دار تھے۔

خاندانی شرافت و کرامت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا خاندان مکہ مکرمہ میں ایام جاہلیت میں بھی بڑی غیر معمولی اہمیت،
عزت و کرامت اور اقتدار کا حامل تھا۔ آپ کے جدا مجد امیہ بن عبد شمس کا شمار قریش کے بڑے
رئیسوں میں ہوتا تھا۔ خلفائے بنو امیہ اسی امیہ بن عبد شمس کی طرف سے منسوب ہو کر ”امویین“
کہلاتے ہیں۔ اسی طرح ابوسفیان بن حرب اموی جنھوں نے قبول اسلام سے پہلے تمام غزوات میں
قریش کی حیثیت سے لشکر قریش کی قیادت کی۔ الغرض حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا خاندان شرافت،
ریاست، غزوات اور اقتدار کے اعتبار سے عرب میں نہایت ممتاز حیثیت کا حامل تھا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ابتداءً اسلام میں ہی حضور نبی کریم ﷺ پر ایمان لے آئے تھے،
جب کہ آپ سے پہلے صرف تین افراد مسلمان ہوئے تھے، چوتھے مسلمان آپ تھے۔ آپ حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دعوت و تحریک پر ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
بچپن ہی سے اپنا مستقبل اور دنیا و آخرت سنوار چکے تھے۔ عہد شباب کا آغاز آپ نے کاروبار تجارت سے کیا
اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے آپ عرب کے امیر ترین شخص بن گئے، لیکن آپ نے اپنی تمام دولت اور
مال و متاع کو اسلام کی شاعت اور فروغ میں استعمال کیا اور زندگی میں ہی زبان مصطفوی ﷺ سے
کئی مرتبہ جنت کی بشارت حاصل کی۔

مثالی سیرت و کردار

خليفة سوم امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بن عفان کی سیرت طیبہ کا جب مطالعہ کرتے ہیں
تو ہمیں آپ کی عظیم سیرت و کردار پر رشک آتا ہے۔ وہ کون سا خلق اور کون سی صفت جلیلہ ہے جو
آپ کی کتاب حیات کا حصہ نہیں تھی۔

● محبت رسول ﷺ کی یہ حالت تھی کہ تمام غزوات میں رسول ﷺ کے ہم رکاب ہو کر
ایثار و قربانی کی عدم نظیر مثالیں ثبت فرمائیں۔

● عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ دن کے وقت کارِ خلافت میں مصروف رہتے ہیں اور پھر
پوری پوری رات عبادت و ریاضت اور ذکر الہی میں بسر کرتے ہیں حتیٰ کہ ایک ہی رکعت میں
پورا قرآن پاک ختم کر دیتے ہیں۔

● احترام رسول ﷺ اس قدر تھا کہ جس ہاتھ سے آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی تھی،

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرہود شریف ﴿ ۵۸ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَّكَ
پھر زندگی بھر اس ہاتھ کو نجاست یا گل نجاست سے نہیں لگایا۔

● اتباع رسول ﷺ کی یہ کیفیت تھی کہ ہمیشہ اپنے ہر قول و فعل میں اسوۂ رسول ﷺ کی
پیروی کرتے تھے، حتیٰ کہ ایک مرتبہ وضو کرنے کے بعد مسکرائے تو لوگوں نے وجہ دریافت کی
تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو فرما کر مسکراتے ہوئے
دیکھا تھا [مسند احمد، جلد ۱، صفحہ ۵۸] اسی طرح ایک مرتبہ سامنے سے جنازہ گزرا تو فوراً
کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ نبی کریم ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ [مسند احمد، جلد ۱، صفحہ ۶۸]
● زہد و تقویٰ اور سخاوت کا یہ حال تھا کہ غیر معمولی دولت مند ہونے اور خلیفہ ہونے کے باوجود
کبھی امیرانہ طرز زندگی اختیار نہیں کی، اور نہ ہی کبھی زیب و زینت کی چیزیں استعمال فرمائیں،
حتیٰ کہ اپنے دور خلافت میں خلیفہ کے لیے مخصوص مقرر شدہ وظیفہ سے بھی دستبردار ہو گئے اور
اپنا وظیفہ مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لیے بیت المال میں جمع کر دیا۔

● تواضع اور سادگی کا یہ عالم تھا کہ گھر میں سیکڑوں غلام اور باندیاں موجود ہیں، لیکن اپنا کام
اپنے ہاتھوں سے خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ رات کو تہجد کے لیے اٹھتے اور وضو وغیرہ کا سامان
خود کرتے، کسی غلام کو جگا کر اس کی نیند خراب نہیں کرتے تھے۔

● رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے متعدد مرتبہ جنتی ہونے کی بشارت پانے کے باوجود
خوفِ خدا اور خشیتِ الہی کا یہ حال تھا کہ جب آپ کسی قبر کے قریب سے گزرتے تو اس قدر روتے
کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک آنسوؤں سے بھیگ جاتی۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ اس قدر
گریہ و زاری کیوں کرتے ہیں؟ تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ قبر
آخرت کی سب سے پہلی منزل ہے، اگر یہاں آسانی ہو تو سب باقی تمام منازل آسان ہو جائیں گی
اور اگر یہاں دشواری ہو تو باقی منازل اس سے زیادہ دشوار ہوں گی۔ [جامع ترمذی، مشکوٰۃ المصابیح]

● اصحاب رسول ﷺ سے تعلق کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ سے
پچاس درہم قرض لیے۔ کچھ دنوں کے بعد جب لوٹانے آئے تو لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا
کہ یہ تمہاری مروت کا صلہ ہے۔ [تاریخ طبری، جلد ۳، صفحہ ۱۳۹]

تاجدار ذوالنورین

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک لقب ”ذوالنورین“ یعنی ”دونوروں والا“ ہے، کیوں کہ آپ کا نکاح
حضور پر نور ﷺ کی دوصاحبزادیوں سے یکے بعد دیگرے ہوا تھا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو وہ
عظیم اعزاز اور شرف حاصل ہے جو ان کی کتاب حیات کا سب سے منفرد اور درخششاں باب ہے،
یعنی امام الانبیاء حضور سید عالم ﷺ نے آپ کو اپنی فرزندگی میں قبول فرمایا ہے۔ چنانچہ علماء کرام

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
فرماتے ہیں کہ انسان اول یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کسی انسان کو یہ عظیم شرف
حاصل نہیں ہوا ہے اور نہ ہی ہو سکتا ہے کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔

چنانچہ نزولی وحی اور اعلان نبوت سے پہلے حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ
اپنی صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فرمایا تھا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ محترمہ
حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ پھر جب آپ حبشہ سے مدینہ طیبہ ہجرت کر کے
تشریف لائے تو حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئیں اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔
پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت
ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی زوجیت سے بھی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو سرفراز فرمایا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمہ اللہ نے اسی مضمون کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا
روایت میں ہے کہ ۹ ہجری میں جب دختر رسول حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا تو
حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا کہ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو میں اس کا نکاح بھی
حضرت عثمان غنی سے کرتا۔ [اسد الغابہ، جلد ۳، صفحہ ۳۷۶]

جب کہ ابن عساکر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ
اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے ان سب کا نکاح حضرت عثمان غنی سے کر دیتا۔
[ابن عساکر، تاریخ الخلفاء]

صاحب المہجرتین

امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا ایک لقب صاحب المہجرتین (دو ہجرتیں کرنے والے)
بھی ہے، کیوں کہ آپ نے دو مرتبہ ہجرت کی ہے۔ پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی،
جس کو اسلام کی پہلی ہجرت بھی کہا جاتا ہے اور دوسری مرتبہ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف
ہجرت کی تھی۔

پہلی مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور سید عالم ﷺ کے حکم سے اپنی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو
ساتھ لے کر مکہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ چنانچہ اس امت کا یہ پہلا کارواں تھا جو اسلام
اور حق و صداقت کی خاطر اپنے وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر بے وطن ہوا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے
ارشاد فرمایا کہ:

ان عثمان اول من هاجر باهله من هذه الامة ---

”بلاشبہ حضرت عثمان غنی (رضی اللہ عنہ) میری امت میں سے وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے

اپنے اہل و عیال کے ساتھ ہجرت کی ہے۔“ --- [الاصابہ، حافظ ابن حجر عسقلانی]

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۶۰ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کچھ سال تک حبشہ میں رہے اور پھر چند وجوہ کی بنا پر واپس مکہ مکرمہ آ گئے
اور اسی دوران مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا سامان پیدا ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے تمام اصحاب کو
مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ حکم نبوی ﷺ پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی اپنے
اہل و عیال کے ساتھ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے اور وہاں حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مہمان بن گئے
اور بعد میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی اور حضرت اوس بن ثابت رضی اللہ عنہ کے درمیان
رشتہ مواخات قائم فرمادیا۔ اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر دوسری مرتبہ ہجرت کا
شرف حاصل کیا۔

خوبیاں اور صفات حسنہ

ابن عساکر میں ہے کہ ابن ثور انہی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جب محصور تھے تو
اس وقت میں ان کے پاس گیا تھا۔ آپ نے اپنی دس خوبیاں اور صفات حسنہ بیان کرتے ہوئے فرمایا
کہ میری یہ دس خوبیاں اللہ تعالیٰ کے پاس محفوظ ہیں:

- ① اسلام میں داخل ہونے والا چوتھا آدمی تھا۔
- ② حضور اکرم ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے میرے نکاح میں دیں۔
- ③ میں نے گانے بجانے کی محفل میں کبھی شرکت نہیں کی۔
- ④ میں لہو و لب میں کبھی مشغول نہیں ہوا۔
- ⑤ میں نے کبھی برائی کی خواہش نہیں کی۔
- ⑥ میں نے کبھی بدکاری نہیں کی۔
- ⑦ میں نے کبھی چوری نہیں کی۔
- ⑧ حضور اکرم ﷺ سے بیعت کرنے کے بعد میں نے اپنا سیدھا ہاتھ کبھی اپنی شرم گاہ کو نہیں لگایا۔
- ⑨ اسلام لانے کے بعد میں نے ہر جمعہ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایک غلام آزاد کیا، اگر کسی جمعہ کو
میسر نہیں ہوتا تو اگلا جمعہ آنے سے پہلے کسی دن غلام آزاد کر دیتا۔
- ⑩ میں نے ”ترتیب نزول“ پر زمانہ نبوی میں بھی قرآن مجید کو جمع کیا تھا۔

زبان مصطفوی سے جنت کی بشارت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب اور جلیل القدر صحابی ہیں کہ جن کو حضور نبی کریم ﷺ نے
کئی مرتبہ جنتی ہونے کی بشارت دے دی تھی، خاص کر ایک مرتبہ کنواں ”بیدر سوامہ“ خریدتے وقت
اور ایک مرتبہ ”جیش العسرة“ (غزوہ تبوک) کے موقع پر اسلامی لشکر کی تیاری کے لیے قابل قدر ساز و سامان
(۳۰۰ سواند مٹ سامان) مہیا کرنے کی بنا پر بارگاہ رسالت ﷺ سے جنتی ہونے کی خوش خبری ملی تھی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَكَ
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو آقائے نامدار اور آپ سے نسبت و تعلق رکھنے والی ہر چیز سے
بے پناہ محبت تھی۔ آپ نے اپنے دور خلافت میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج مطہرات کا وظیفہ
باقی صحابہ کرام کی بہ نسبت دگنا کر دیا تھا۔ آپ نے ہمیشہ اپنے مال و متاع سے دوسروں کو نفع اور
فائدہ پہنچایا۔ آپ نے اپنے بارہ سالہ دور خلافت میں بیت المال سے ایک پیسہ بھی نہیں لیا بلکہ
خلیفۃ المسلمین کے لیے مخصوص اپنا مقرر شدہ وظیفہ بھی عام مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔
حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا سالانہ وظیفہ پانچ ہزار درہم مقرر تھا، اس حساب سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے
اپنے بارہ سالہ دور خلافت میں تقریباً ساٹھ ہزار درہم کی رقم بیت المال میں مسلمانوں کے لیے چھوڑ دی تھی۔

جامع القرآن

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے کارہائے نمایاں میں ایک شان دار اور اہم ترین کارنامہ یہ بھی ہے
کہ آپ نے اپنے دور خلافت میں قرآن کریم کو لغت قریش کے مطابق رائج کیا اور تمام مسلمانوں کو
ایک قراءت قرآن پر جمع کیا، اس سے پہلے مسلمانوں کو سات لغات پر قرآن پاک پڑھنے کی
اجازت تھی، معنی اور مفہوم کے اعتبار سے اگرچہ ان لغات میں کوئی فرق نہیں تھا لیکن ساتوں لغات میں
بعض الفاظ ایسے تھے جو دوسری لغات سے نہیں ملتے تھے، جس کی وجہ سے ناواقف حضرات
دوسری قراءت کی تکذیب (جھٹلانے) کے مرتکب ہو رہے تھے۔

چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو ختم کرنے اور اس صورت حال کی اصلاح و درستگی
اور امت مسلمہ کو ایک لغت قرآن پر جمع کرنے کے لیے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے دور صدیقی والا نسخہ منگوا
اور اس کی متعدد نقلیں تیار کروا کر تمام شہروں میں بھجوا دیں اور وہ نسخہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو واپس کر دیا۔
اس طرح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے تمام امت کو ایک قرآن (لغت قریش) پر جمع کر دیا۔ اس لیے
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ”جامع القرآن“ کا عظیم لقب دیا گیا۔ چنانچہ آج جو قرآن کریم کا نسخہ
ہمارے ہاتھوں میں ہے، یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ہی کوششوں کا ثمرہ ہے۔

مظلومیت و شہادت

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور نبی نخب داں ﷺ کی زبان مبارک سے یہ علم ہو چکا تھا
کہ آپ کو شہادت کی موت نصیب ہوگی۔ صحیح بخاری میں حدیث مبارک ہے کہ ایک روز حضور سید عالم ﷺ
جبل احد پر تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق اور حضرت
عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ جوں ہی آپ ﷺ نے جبل احد پر قدم رکھا تو پہاڑ نے (خوشی سے
جھومنا اور) ہلنا شروع کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے قدم مبارک سے پہاڑ کو ٹھوکر لگائی اور فرمایا:
اَثْبُتْ اَحَدٌ فَمَا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ۔۔۔

ماہنامہ ”نور الحبیب“ بصیرہود شریف ﴿ ۶۲ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَكَ
”اے احد پہاڑ! ٹھہر جا، اس وقت تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید

کھڑے ہیں۔۔۔“ [صحیح بخاری، جلد ۱، صفحہ ۵۲۱]

مخبر صادق حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان مبارک کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو
یہ یقین کامل تھا کہ انھیں شہادت کی سعادت حاصل ہوگی۔

اسی طرح حضرت مرہ بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ
مستقبل میں پیش آنے والے فتنوں کا بیان کر رہے تھے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے
ارشاد فرمایا کہ: ”یہ شخص ان فتنوں کے وقت ہدایت پر ہوگا اور مظلوم شہید کیا جائے گا۔“

[صحیح مسلم، کتاب الفضائل]

اس لیے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق پختہ یقین
اور ایمان تھا کہ ان کی شہادت مقدر ہو چکی ہے۔

حضرت ابو عبد الرحمن سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا
محاصرہ ہوا تو حالت محصوریت میں آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں تم سب کو اور خاص کر
اصحاب رسول ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر یہ بات پوچھتا ہوں کہ کیا تمھیں رسول اللہ ﷺ کا
وہ فرمان یاد نہیں ہے کہ:

”جس نے جیش العسرة (تنگی والے لشکر) کے لیے سامان فراہم کیا، وہ جنتی ہے۔۔۔“

اور کیا تمھیں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی یاد نہیں ہے کہ:

”جو شخص رومہ کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دے گا، وہ جنتی ہے۔۔۔“

تو مدینہ کے اس کنویں کو میں نے ہی رومہ یہودی سے منہ مانگی قیمت پر خرید کر مسلمانوں کے لیے
وقف کر دیا تھا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی ہر بات کی تصدیق کی۔

روایات میں آتا ہے کہ ۷۱ھ بروز الحجۃ المبارک ۳۵ھ ہجری کو حجۃ المبارک کی رات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے
خواب میں دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ایک ساتھ تشریف فرما ہیں
اور حضور اکرم ﷺ فرما رہے ہیں کہ:

”عثمان! جلدی کرو، ہم تمہارے افطار کے انتظار میں ہیں۔۔۔“

جب کہ ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

”عثمان! آج جمعہ میرے ساتھ پڑھنا۔۔۔“

[طبقات ابن سعد: جلد ۳، صفحہ ۵۳]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ خواب سے بیدار ہوئے تو اپنی اہلیہ محترمہ سے فرمایا کہ آج ہمارا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
وقت وصال قریب آگیا ہے۔ پھر آپ نے لباس تبدیل کیا اور قرآن پاک کی تلاوت میں مشغول ہو گئے۔
تھوڑی دیر بعد باغیوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو بڑی بے دردی اور سنگ دلی کے ساتھ
مدینہ طیبہ میں ۸۲ سال کی عمر میں ۱۸ ربیع الثانی ۳۵ ہجری کو جمعۃ المبارک کے دن شہید کیا گیا۔
آپ کی نماز جنازہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور وصیت کے مطابق آپ کو جنت البقیع کے
قبرستان میں آسودہ خاک کیا گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی عظمت و بزرگی

شہادت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے اور اس خون ناحق سے
جو آیت قرآن رنگین ہوئی، وہ یہ تھی:

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ --- [سورة البقرة: ۱۳۷]

”پس تمہارے لیے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور اللہ تعالیٰ خوب سننے والا اور

جاننے والا ہے“ ---

استاذی المکرم علامہ غلام رسول سعیدی ”عظمت عثمان“ کے عنوان سے ”شرح صحیح مسلم“ میں
آپ کی عظمت و بزرگی کو سلام عقیدت پیش کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”تمام دنیا کی تاریخ اٹھا کر ایک نظر ڈالیے۔ تاریخ عالم میں آپ کو کہیں ایسی
مثال نہیں ملے گی کہ کسی حکمران کے خلاف کچھ لوگ باغی ہو جائیں اور اس حکمران کو
اپنی ذات اور اپنی حکومت کے تحفظ کے متعدد وسائل حاصل ہوں، نہ صرف یہ بلکہ
جائزہ، رفقاء، ارکان دولت اور تمام افواج سب اس کے حامی ہوں، باغیوں کے
قلع قمع کرنے کے لیے بے تاب ہوں اور بار بار اس حکمران سے باغیوں کی سرکوبی کا
مطالبہ کر رہے ہوں لیکن وہ حکمران محض اس سبب سے ان لوگوں کو باغیوں سے جنگ کی
اجازت نہیں دیتا کہ کہیں ایک جان کی بقا کے لیے سیکڑوں جانیں ضائع نہ ہو جائیں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کرنے والے دو ہزار سے بھی کم افراد تھے اور مکان کے اندر
اور باہر آپ کے جائزہ اس سے کہیں زیادہ تھے۔ آخری وقت تک آپ کے جائزہ اور
رفقاء آپ سے باغیوں کے مقابلہ اور ان کے محاصرہ کے توڑنے کی اجازت
طلب کرتے رہے لیکن آپ کا صرف ایک ہی جواب تھا کہ:

”میں اپنی ذات یا اپنی خلافت کی خاطر مسلمانوں کی تلواریں باہم مکرراتے ہوئے
نہیں دیکھ سکتا۔“ ---

حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں ہمارے محترم ہیں، ان سے عقیدت

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۶۳ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

اور محبت ہمارے ایمان کا ایک حصہ ہے، وہ دونوں مجتہد تھے اور اپنے اپنے نزدیک
ہر ایک کا موقف اخلاص اور للہیت پر مبنی تھا، وہ دونوں برحق تھے، ہم ان میں سے
کسی ایک کے خلاف بھی ایک لفظ سننا نہیں چاہتے۔ ان کی عظمتیں ہمارے دین کا
سرمایہ ہیں، اس کے باوجود یہ ایک حقیقت ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین میں قریباً
پانچ سال تک محض خلافت کے تحفظ کے لیے دونوں طرف سے مسلمانوں کا خون بہتا رہا
اور شہداء کا انبار لگتا رہا، اس کے برعکس حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھیے، جنہوں نے
چالیس روز تک محاصرہ میں رہنا، ضروریات زندگی سے محروم ہونا اور خندہ پیشانی سے
بھوک و پیاس برداشت کرنا گوارہ کیا لیکن ایک لمحہ کے لیے بھی اپنی جان کے لیے کسی
ایک مسلمان کے خون کا قطرہ بھی گرنا گوارہ نہیں کیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد یہ سعادت کسی کے حصے میں نہیں آئی کہ اس نے
دیار رسول ﷺ کو اپنی خلافت کا مستقر (دارالحکومت) بنایا ہو، اسلامی حکمرانوں میں وہ
دیار رسول ﷺ کے آخری خلیفہ تھے۔ انھوں نے اس وقت بھی مدینہ چھوڑنا گوارا
نہیں کیا جب نوک خنجر آپ کی شررگ کے بہت قریب نظر آ رہی تھی۔ تاریخ میں ہمیں
یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی عظیم شخصیت کے جائزہ اس پر قربان ہونے کی اجازت چاہتے ہوں،
بار بار بے تابی سے تقاضا کرتے ہوں مگر وہ کسی کو اس کی اجازت نہ دیتا ہو، اس کو اپنی جان
بچانے کے لیے خطرہ کی جگہ سے نکل جانے کا موقع ملا ہو، مگر وہ عزم و استقلال کا کوہ گراں
اپنی جگہ پر قائم رہا ہو۔ اے عثمان! تمہاری عظمتوں کا کیا کہنا، تم نے نہ مکہ کی حرمتوں کو
خطرہ میں پڑنے دیا نہ مدینہ کو میدان جنگ بننے دیا، نہ اپنی جان کے تحفظ کے لیے
دیار رسول چھوڑا، نہ اپنے جائزہ اور رفقاء میں سے کسی کی زندگی کو خطرہ میں پڑنے دیا،
حتیٰ کہ آخری وقت میں اپنے بیس غلاموں کو بھی آزاد کر کے نکل جانے دیا اور ظلم و ستم
کے تمام وارثہا اپنی جان پر کھیل گئے۔

یوں تو اسلام کے ہر دور میں مجاہدین اسلام اور صاحبان ایمان شہید ہوتے رہے ہیں
اور اللہ کے دین کی آب یاری اپنے خون سے کرتے رہے ہیں اور ان شہدائے کرام
میں سے کسی کا خون میدان بدر میں گرا..... اور کسی کا خون دشت کربلا میں گرتا ہے.....
مگر سلام ہوا اے عثمان! تمہارے خون پر جو قرآن پاک کی آیات طیبات پر گرا ہے۔
جس جگہ شہید کا خون گرتا ہے، وہ جگہ اس شہید کی شہادت کی گواہی دیتی ہے..... کسی کی گواہی
بدر کا میدان دے گا..... کسی کی گواہی میدان احد دے گا..... اور کسی کی گواہی سرزمین کربلا

رہنمائے زکوٰۃ چوبیسویں قسط

زکوٰۃ کے مصارف

پروفیسر مولانا خلیل احمد نوری

مصارف، مصرف کی جمع ہے، اس کا معنی مال خرچ کرنے کی جگہ ہے۔ مصارف سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں شریعت نے زکوٰۃ لینے کا مستحق قرار دیا ہے۔ زکوٰۃ کے مستحق کون لوگ ہیں؟ یہ بہت اہم سوال ہے، کیوں کہ دنیا کے تمام مالیاتی نظاموں کی سب سے بڑی مشکل یہ رہی ہے کہ عوامی فلاح و بہبود کے لیے جمع کیے گئے مال ان کے اصل مستحقین تک پہنچانے کی کوئی کوشش پورے طور پر کامیاب نہیں ہو سکی۔ اس کی بڑی وجہ مستحقین کی تعیین میں ابہام ہونا ہے۔ غیر واضح اور مبہم قوانین سے فائدہ اٹھا کر حکمران، اجتماعی اموال کو اپنی مرضی و مفادات کے مطابق خرچ کرتے ہیں اور غیر مستحق افراد خود کو قانوناً مستحق لوگوں کی فہرست میں شامل کرانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ اس طرح اصل مستحقین کے حقوق غصب ہوتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں واضح اور دو ٹوک انداز میں مستحقین زکوٰۃ کی فہرست دے دی گئی ہے، حالاں کہ زکوٰۃ کے دیگر مسائل و احکام کا ذکر قرآن کریم میں اختصار و اجمال کے ساتھ آیا ہے اور تفصیل

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَكَ دے گی، مگر سلام اے عثمان! تمہاری عظمت پر کہ تمہاری شہادت کی گواہی قرآن مجید کے مقدس اوراق دیں گے۔ حشر کے دن جو شخص جس حال میں شہید ہوا ہو گا وہ اسی حالت میں اٹھے گا، کوئی شہید سجدہ کرتے ہوئے اٹھے گا تو کوئی شہید احرام باندھے ہوئے اٹھے گا اور سلام ہو تمہاری عظمتوں پر اے عثمان! کہ تم میدانِ حشر میں بھی اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن پڑھتے ہوئے اٹھو گے۔

[شرح صحیح مسلم: جلد ۶، صفحہ ۹۴۹، مطبوعہ فرید بک اسٹال لاہور]

حیات عثمانی کا مثالی نصب العین

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ صبر و تحمل کا عظیم نمونہ تھی۔ قبول اسلام سے لے کر شہادت تک، آپ کو بے شمار مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا، لیکن آفرین ہے آپ کی سیرت پر کہ آپ نے ہر لمحہ صبر و تحمل اور عزم و استقلال کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ شہادت کے موقع پر چالیس دن تک جس بُردباری، صبر و تحمل اور اطمینان و سکون کا اظہار آپ کی ذات سے ہوا، وہ اپنی نظیر آپ ہے۔ سیکڑوں وفا شعار غلام اور ہزاروں جائزہ معاون و انصار باغیوں کے خلاف جنگ کے لیے تیار تھے مگر ”ایوب وقت“ نے مدافعت کی بھی اجازت نہیں دی اور آخری وقت میں بھی کریمانہ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جان اسلام اور عشق رسول میں قربان کر دی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پوری زندگی عشق رسول اور اشاعت اسلام کے لیے وقف تھی۔ قبول اسلام سے لے کر جام شہادت نوش کرنے تک آپ کا ایک ایک لمحہ اور عمل اسلام کے لیے مخصوص تھا۔ آپ نے جس طرح اپنے مال و دولت کو اسلام کے لیے خرچ کیا وہ آپ کا طرہ امتیاز تھا، چاہے وہ پیر و رمہ کے کنوئیں کی خریداری کا مسئلہ ہو یا غزوہ تبوک کے موقع پر لشکر اسلام کو عسرت و تنگی کا سامنا ہو یا پھر غلاموں کی آزادی ہو، آپ نے ہمیشہ اپنے مال و دولت سے اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کی۔

مال و دولت کے اعتبار سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی ذات اور سیرت ہمارے لیے ایک بہترین نمونہ اور مثال ہے۔ آپ نے سبق دیا کہ اہل ایمان کو کسی طور پر بھی مال و دولت سے محبت نہیں رکھنی چاہیے اور کبھی بھی ”ہبل من مزید“ کا نعرہ لگا کر مال و دولت جمع نہیں کرنی چاہیے اور اگر اللہ تعالیٰ نے رزق میں فراوانی اور وسعت عطا فرمائی ہے تو اسے اللہ تعالیٰ کا انعام خاص سمجھ کر اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیے اور اسلام کی اشاعت اور فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا چاہیے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مبارک سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
سنت رسول اکرم ﷺ میں بیان ہوئی ہے، لیکن مصارفِ زکوٰۃ کو اللہ تعالیٰ نے کسی کی مرضی پر
موقوف نہیں رکھا، حتیٰ کہ اس معاملے کو اپنے نبی (ﷺ) کے حوالے بھی نہیں کیا، حالاں کہ
حضور نبی اکرم ﷺ مستحقینِ زکوٰۃ بیان فرماتے تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی و مشا اور وحی کے
مطابق ہوتا، لیکن اس صورت میں ایک تو اعتراض کرنے والے رسول اللہ ﷺ پر طعن کر کے
اپنے لیے جہنم میں ٹھکانہ بناتے اور دوسرا یہ کہ قرآن مجید کی نسبت، رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی
من مانی تاویلات کر کے اپنے آپ کو مستحق قرار دلوانا آسان ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کسی نے
رسول اللہ ﷺ سے صدقات میں سے مال کا سوال کیا تو آپ ﷺ نے اسے قرآن مجید کے
بیان کردہ ان ہی مصارف کی طرف رجوع کرنے کا حکم فرمایا۔

حضرت زیاد بن الحارث الصدائی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں
حاضر ہوا اور آپ سے بیعت کی تھی۔ پھر انہوں نے ایک طویل واقعہ بیان کیا اور کہا کہ ایک شخص
رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا کہ صدقے کے مال میں سے کچھ مجھے بھی دیجیے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے صدقات کے معاملات کو نبی یا غیر نبی کی مرضی پر نہیں چھوڑا، بلکہ
خود اس کا حکم بیان فرماتے ہوئے آٹھ قسم کے لوگوں پر انہیں تقسیم کیا ہے۔ اگر تم
ان آٹھ میں سے ہو تو میں تجھے تیرا حق دوں گا (ورنہ نہیں)۔---

[ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى]

قرآن کریم میں مستحقینِ زکوٰۃ کا ذکر ہی اس پس منظر میں ہوا ہے کہ بعض خواہشات کے بندوں
اور لالچی لوگوں نے غیر مستحق ہونے کے باوجود حضور ﷺ سے صدقات میں سے حصہ لینے کی
خواہش کی تھی۔ حضور ﷺ نے ان کی خواہشات کی تکمیل نہ فرمائی تو انہوں نے آپ ﷺ کی
تقسیم پر اعتراضات اٹھانے شروع کر دیے، جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے باطن میں چھپے ہوئے
لالچ کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا:

وَمِنْهُمْ مَنْ يُلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا
مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ رَضُوا مَا آتَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ
سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ۝--- [التوبہ: ۵۸، ۵۹]

”اور ان (منافقین) میں سے ایسے بھی ہیں جو صدقات کی تقسیم میں آپ پر

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرپور شریف ﴿ ۶۸ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُومٍ لَكَ
طعن زنی کرتے ہیں، پس اگر ان میں سے انہیں کچھ دے دیا جائے تو وہ راضی ہو جاتے ہیں
اور اگر انہیں اس میں سے کچھ نہ دیا جائے تو فوراً ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور کیا ہی اچھا ہوتا
کہ وہ لوگ اس پر راضی ہو جاتے جو انہیں اللہ اور اس کے رسول نے عطا فرمایا تھا
اور کہتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے۔ بہت جلد ہمیں اللہ اپنے فضل سے اور اس کا رسول
مزید عطا فرمائے گا۔ بے شک ہم اللہ ہی کی طرف رغبت رکھنے والے ہیں۔---
مال کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ پر طعن زنی کرنے والوں کے متعلق درج بالا قرآنی بیان
کی وضاحت میں یہ احادیث دیکھیے:

”حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبرائیل کے مقام پر رسول اللہ ﷺ
مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک آدمی نے آپ سے کہا کہ انصاف سے کام لیجیے۔
آپ ﷺ نے اس سے فرمایا:
اگر میں انصاف سے کام نہ لوں تو خیر و سعادت مندی سے محروم ہو جاؤں گا۔---

[بخاری، کتاب الجہاد والسیر، باب و من الدلیل علی ان الخمس لنواب المسلمین.....]
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے غزوہ حنین کے موقع پر
مال کی تقسیم میں بعض حضرات کو دوسروں پر ترجیح دی اور اقرع بن حابس کو سواونٹ عطا فرمائے،
عمیدہ کو بھی اتنے ہی عطا فرمائے۔ اسی طرح بعض عرب سرداروں کو بھی تقسیم مال میں ترجیح دی۔
اس پر ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس تقسیم میں انصاف نہیں برتا گیا اور اللہ کی رضا پیش نظر نہیں رکھی گئی۔
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے کہا، میں یہ بات رسول اللہ ﷺ کے گوش گزار
کرتا ہوں۔ چنانچہ میں نے حاضر خدمت ہو کر یہ بات عرض کر دی۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
”اگر اللہ اور اس کا رسول ہی نا انصافی کرنے لگیں تو اور کون انصاف کرے گا؟
اللہ تعالیٰ (حضرت موسیٰ علیہ السلام) پر رحم فرمائے، انہیں اس سے بھی زیادہ اذیت دی گئی
لیکن انہوں نے صبر سے کام لیا۔---

[حوالہ مذکورہ، باب ما کان النبی ﷺ يعطى المؤلفة قلوبهم وغيرهم من الخمس ونحوہ]
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ مال تقسیم فرما رہے تھے کہ
عبد اللہ بن ذوالخویرہ تمہیں آگیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ، انصاف کیجیے! فرمایا:
تم پر افسوس! اگر میں انصاف نہ کروں تو اور کون انصاف کرے گا؟

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَهُ
حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما عرض کرنے لگے، مجھے اجازت دیجیے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں،
فرمایا کہ اسے جانے دو، اس کے کتنے ساتھی ہیں کہ تم میں سے ہر کوئی اپنی نماز ان کی نمازوں کے سامنے
اور اپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے حقیر محسوس کرے گا، مگر یہ دین سے اس طرح نکلے ہوئے
ہوں گے جس طرح تیر شکار سے پار نکل جاتا ہے۔ [بخاری، کتاب استتابة المرتدین، باب
من ترك قتال الخوارج للتالف و ان لا یفر الناس عنه]

منافقین اور لالچی لوگوں کے ان اعتراضات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر آٹھ قسم کے
مستحقین بیان فرمادیے کہ زکوٰۃ کے مستحقین بس یہی لوگ ہیں اور ان کے علاوہ کسی دوسرے کو
زکوٰۃ کے مال سے حصہ لینا جائز نہیں ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَ الْمَسْكِيْنَ وَ الْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبِهِمْ
وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغَارِمِيْنَ وَ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيضَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ
عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ --- [التوبہ: ۶۰]

”صدقات تو صرف فقراء اور مساکین، ان کی وصولی کے لیے مقرر کیے گئے کارکنوں
اور ایسے لوگوں کے لیے ہیں جن کے دلوں میں اسلام کی الفت پیدا کرنا مطلوب ہے۔
نیز، انسانی گردنوں کو غلامی سے آزادی دلانے، مقروضوں کو نجات دلانے اور اللہ کی
راہ میں جہاد کرنے والوں اور مسافروں پر صدقات کا خرچ کیا جانا ضروری ہے۔ یہ
اللہ کی طرف سے مقرر کیے ہوئے (حسے) ہیں اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔“
یہ وہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں جنہیں قرآن مجید نے زکوٰۃ کے مستحقین ٹھہرایا ہے۔ ذیل میں
ان اقسام کی الگ الگ وضاحت کی جا رہی ہے۔

①، ② فقراء اور مساکین

مستحقین زکوٰۃ کی آٹھ اقسام میں سرفہرست فقراء اور مساکین کا ذکر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ زکوٰۃ کا اولین اور حقیقی مقصد معاشرے سے غربت و ناداری کا خاتمہ اور لاچار ضرورت مندوں کی
کفالت و اعانت ہے۔ زندگی کی جائز ضرورتوں کی فراہمی ہر انسان کا بنیادی حق ہے، لہذا کسی بھی
مالیاتی تنظیم کی سب سے اہم ترجیح یہی ہونی چاہیے کہ معاشرے کے جو افراد اپنی جائز ضرورتیں
پوری کرنے سے قاصر ہوں ان کی دست گیری کر کے انہیں ان کا یہ بنیادی حق فراہم کرے۔
اسلام نے اسی اہمیت کے پیش نظر فقراء و مساکین کو زکوٰۃ کا اولین مستحق قرار دیا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے
ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ۷۰ ء ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن میں گورنری حیثیت سے بھیجا تو انہیں دیگر ہدایات کے ساتھ یہ بھی فرمایا:
فَاعْلَمُوْهُمْ اَنَّ اللّٰهَ اَفْتَرَضَ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً فِیْ اَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ
اَغْنِيَائِهِمْ وَ تُرَدُّ عَلٰی فَقَرَائِهِمْ --- [بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ]
”انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے
دولت مندوں سے لی جائے گی اور ان کے محتاجوں کو دے دی جائے گی۔“

فقیر زیادہ حاجت مند ہے یا مسکین؟

عام بول چال میں فقیر اور مسکین کے الفاظ ایک ہی مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں، جب کہ
قرآن کریم میں ان دونوں کو الگ الگ ایک قسم کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے
کہ ان کے معنی و مفہوم میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہے اور فقیر اور مسکین علیحدہ علیحدہ جنس
(category) میں سے ہیں۔ یہ بات تو طے ہے کہ فقیر اور مسکین دونوں حاجت مند اور اپنی
ضرورتیں پوری کرنے سے قاصر لوگ ہیں، کیوں کہ ان دونوں الفاظ میں شدید محتاجی کا مفہوم
پایا جاتا ہے، لیکن ان میں سے زیادہ حاجت مند اور بد حال کون ہے، اس کی تفصیل یہ ہے:

فقیر وہ ہے جس کے پاس کھانے پینے کے لیے کچھ موجود ہو اور مسکین وہ ہے جس کے پاس
کچھ بھی نہ ہو۔ مسکین کو مسکین اس لیے کہا جاتا ہے کہ حاجت مندی نے اسے چلنے پھرنے سے
قاصر بنا دیا ہے اور وہ اپنے ٹھکانے سے ہلنے چلنے کی طاقت بھی نہیں رکھتا۔ جیسا کہ قرآن کریم میں ہے
﴿اَوْ مُسْكِيْنًا ذَا مَرْبَةٍ﴾ [البلد: ۱۶] ”یا وہ مسکین جو مٹی سے لپٹا ہوا ہے“، یعنی اس نے اپنا جسم
چھپانے کے لیے خود کو مٹی سے چمٹا رکھا ہے اور ستر ڈھانپنے کے لیے اس کے پاس کپڑا تک
موجود نہیں ہے یا یہ کہ سخت بھوک کی وجہ سے اس نے اپنے پیٹ کو زمین سے چمٹا رکھا ہے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ مسکین فقیر سے بھی زیادہ ضرورت مند کا نام ہے۔ [بدائع الصنائع، جلد ۲، صفحہ ۴۳]

ایک حدیث پاک میں مسکین کی تعریف اس طرح بیان ہوئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ
سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ الْمُسْكِيْنُ الَّذِي تَرُدُّهُ الْاَكْلَةُ وَ الْاَكْلَتَانِ وَ لَيْكِنْ الْمُسْكِيْنُ الَّذِي
لَيْسَ لَهُ غَنًى وَ يَسْتَحْيِي وَ لَا يَسْأَلُ النَّاسَ الْخِفَافَ ---

[بخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب قول اللہ تعالیٰ لا یسئلون الناس الخفاف]

”مسکین وہ نہیں جو ایک لقمے یا دو لقموں کے لیے مارا مارا پھرتا ہے، بلکہ مسکین وہ ہے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
جو مال دار نہیں لیکن شرماتا ہے اور لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتا۔۔۔

36

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَيْسَ الْمُسْكِيْنُ الَّذِي يَطُوْفُ عَلٰی النَّاسِ تَرَدُّدُ الْقُعْمَةِ
وَاللُّقْمَتَانِ وَالتَّمْرَتَانِ وَلَكِنْ الْمُسْكِيْنُ الَّذِي لَا يَجِدُ غِنًى يَغْنِيهِ وَ
لَا يَقْضِيْنَ بِهِ فَيْتَصَدَّقُ عَلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ۔۔۔ [بخاری، حوالہ مذکور]
”مسکین وہ نہیں جو لوگوں کے پاس چکر کاٹتا پھرے کہ اسے ایک یا دو لقمے یا
ایک دو کھجوریں مل جائیں، بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنا مال نہ ہو جو اسے لوگوں سے
بے نیاز کر دے، نہ ہی وہ ایسی شکل و صورت بنائے کہ لوگ مستحق سمجھ کر اس پر صدقہ کریں
اور نہ خود ہی وہ لوگوں سے سوال کرے۔۔۔“

ان احادیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ عام طور پر مسکین اسے سمجھا جاتا ہے جو مانگ کر اپنی ضرورتیں
پوری کرتا ہو لیکن حقیقت میں مسکین تو وہ شخص ہے جو حاجت مند بھی ہے مگر حیا کی وجہ سے سوال نہیں کرتا،
اس طرح اس کی حاجت مندی لوگوں سے پوشیدہ رہنے سے کوئی اس کی مدد نہیں کرتا۔ گویا مسکین کی حالت
مانگنے والے فقیر سے زیادہ بری ہوتی ہے اور وہ فقیر سے زیادہ حاجت مند ہوتا ہے۔
اس بحث سے یہ نتیجہ نکلا کہ:

① فقراء میں وہ سب مسلمان شامل ہیں جو اپنے جسمانی نقص یعنی کسی معذوری کی وجہ سے یا
کم ذرائع آمدنی کے باعث اپنی تمام کوششوں کے باوجود زندگی کی تمام جائز بنیادی ضرورتیں
پوری کرنے سے قاصر ہوں۔

② مساکین وہ مسلمان ہیں جو کسی جسمانی معذوری کی وجہ سے یا ذرائع آمدنی بالکل نہ ہونے
یا بہت کم ہونے کی وجہ سے اپنی جائز بنیادی ضرورتوں میں سے کوئی بھی ضرورت پوری
نہ کر سکتے ہوں۔

یاد رہے کہ فقیر اور مسکین کے متعلق یہ لغوی اور فقہی بحث ہے، اس لیے اس بات سے کوئی فرق
نہیں پڑتا کہ فقیر زیادہ بد حال ہوتا ہے یا مسکین۔ درحقیقت فقر و مفلسی کے باعث دونوں ہی
مستحقین زکوٰۃ میں سرفہرست شمار کیے گئے ہیں اور ان کے فقر و فاقہ کو دور کرنا زکوٰۃ کا اولین مقصد ہے۔
ایسے ہی لوگوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۷۲ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
يَحْسِبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمَاهُمْ لَا يَسْأَلُوْنَ النَّاسَ
اِلْحَافًا وَمَا تَنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهِ عَلِيْمٌ۔۔۔ [البقرہ: ۲۷۳]

” (صدقہ و زکوٰۃ) ان محتاجوں کا حق ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگے ہوئے کی
وجہ سے (کمانے سے) روک لیے گئے ہیں (امور دین میں مشغولیت کے باعث)
زمین میں چل پھر کر تجارت کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ان کے حال سے بے خبر
انہیں ان کے نہ مانگنے کی وجہ سے مال دار سمجھتا ہے لیکن تم انہیں ان کی ظاہری خستہ حالی سے
پہچان لیتے ہو، وہ چٹ کر باصرار لوگوں سے سوال نہیں کرتے اور تم جو بھی خیرات کرو
تو بے شک اللہ تعالیٰ اسے خوب جانتا ہے۔۔۔“

③ عاملین (ادارہ زکوٰۃ کا عملہ)

عاملین، عامل کی جمع ہے، اس کا معنی کارکن ہے۔ زکوٰۃ کے حصول اور اس کی تقسیم سے متعلق
انتظامی ڈھانچے سے وابستہ تمام افراد عاملین کہلاتے ہیں، مثلاً:

- ① زکوٰۃ کے واجبات وصول کر کے بیت المال میں جمع کرانے والے
- ② جمع شدہ مال کے گوداموں کی حفاظت و نگرانی کرنے والے، اگر مویشی ہوں تو ان کے چارے،
پانی اور دیگر امور کے ذمے دار اور مال زکوٰۃ کو ان کے مستحقین تک پہنچانے والے
- ③ وہ لوگ جو زرعی پیداوار سے عسکری وصولی کے لیے ناپ تول کی خدمت انجام دے رہے ہوں
- ④ کلیئر یکل سٹاف اور اکاؤنٹس کا عملہ، جو زکوٰۃ کے حسابات اور آمدنی و خرچ کی فائلیں تیار کرنے
اور ریکارڈ رکھنے کا کام انجام دے رہا ہو
- ⑤ وہ افراد جو مستحقین زکوٰۃ کے متعلق چھان بین کرنے، ان کے استحقاق کا پتہ لگانے اور ان کی
تلاش کے کام میں مصروف ہوں
- ⑥ ضرورت پڑنے پر زکوٰۃ دہندگان اور مستحقین کا اجلاس کرانے والے
- ⑦ ناظمین زکوٰۃ، یعنی جو علاقائی یا مرکزی سطح پر زکوٰۃ کے دفتر اور دیگر تمام امور کی نگرانی پر
متعین ہوں۔

ان تمام افراد کی تنخواہیں اور اجرتیں مال زکوٰۃ سے ادا کی جائیں گی اور نظام زکوٰۃ کے قیام اور
اس کو چلانے والوں پر جو اخراجات ہوں گے وہ مال زکوٰۃ کے حساب میں شمار ہوں گے۔

عاملین کو دی جانے والی تنخواہیں انہیں بطور مستحق زکوٰۃ نہیں دی جاتیں اور نہ ہی ان کے

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ تا کہ وہ کٹائی اور پھلوں کی چٹائی کے وقت موجود ہوں کہ یہی وقت کھیتوں اور باغوں کے مالکوں پر عشر واجب ہونے اور وصول کرنے کا ہے۔ اسی طرح دور دراز علاقوں سے موسیخوں کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھی عمل کا تعین ضروری ہے۔ مزید یہ کہ ادارہ زکوٰۃ کی نگرانی اور دفتری حساب کتاب کے لیے عمل کا تعین نہیں ہوگا تو مال زکوٰۃ میں بے قاعد گیاں ہوں گی اور مقصد زکوٰۃ فوت ہو جائے گا۔ ان مقاصد کے حصول کے لیے عاملین کا تقرر ضروری ہے، لہذا ان کی تنخواہوں کا بوجھ ادارہ زکوٰۃ برداشت کرے گا۔

عملہ زکوٰۃ کی اہلیت کا معیار

زکوٰۃ، ارکان اسلام میں سے اہم رکن ہے۔ مال زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا کام اس رکن کی بجا آوری اور تکمیل میں مدد و تعاون کرنے کا نام ہے، اس لیے یہ اعلیٰ ترین دینی خدمت ہے۔ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اَلْعَامِلُ عَلٰی الصَّدَقَةِ بِالْحَقِّ كَالْغَانِي فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَتّٰی يَرْجِعَ اِلٰی بَيْتِهِ۔۔۔ [ابوداؤد، کتاب الخراج والفقہ، و الامارۃ، باب فی السعایۃ، علی الصدقۃ]

”جو شخص حق کی خاطر زکوٰۃ کا عامل ہو، وہ اللہ کی راہ میں غازی کی طرح ہوتا ہے حتیٰ کہ اپنے گھر کو لوٹ آئے۔۔۔“

بیت المال کا خزانچی کہ جس کا کام محض حاکم کے حکم کی تعمیل کرنا اور مستحقین کے لیے مال جاری کرنا اور تقسیم کرنا ہے، خود اسے بھی زکوٰۃ و صدقات دینے والوں کی طرح اجر و ثواب سے نوازا جاتا ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ الْخَانَءَانَ الْاَمِيْنَ - الَّذِي يُعْطٰی مَا اُمِرَ بِهٖ كَامِلًا مَوْفَرًا طَيِّبَةً بِهٖ نَفْسُهُ حَتّٰی يَنْفَعَهُ اِلٰی الَّذِي اُمِرَ لَهٗ بِهٖ - اَحَدُ الْمُتَصَدِّقِيْنَ۔۔۔

”بے شک امانت دار خزانچی کہ جو خوش دلی سے پورا پورا دیتا ہے اس حکم کے مطابق جو اسے ملا ہے، اس شخص کو جسے دینے کا حکم دیا گیا ہے، تو وہ بھی صدقہ کرنے والوں میں شمار ہوگا۔۔۔“ [ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب اجر الخانۃ]

اس سے معلوم ہوا کہ جو افراد نظام زکوٰۃ سے وابستہ ہو کر مقاصد زکوٰۃ کو آگے بڑھاتے ہیں، وہ ایک مقدس دینی فریضہ سرانجام دینے کی سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں، خواہ اس خدمت کے عوض میں انہیں تنخواہ ہی کیوں نہ ملتی ہو۔ جہاں یہ منصب اور عہدہ ایک اعزاز ہے اور اجر و ثواب کے حصول کا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهٗ کام کی اجرت یا معاوضہ ہے، بلکہ اس لیے کہ عامل اپنے آپ کو اس کام کے لیے فارغ کر چکا ہے۔ امور زکوٰۃ کے لیے خود کو وقف کرنے سے وہ اس بات کا محتاج ہے کہ مال زکوٰۃ سے اسے گزارا لائیں دیا جائے تاکہ اس کی اور اس کے اہل و عیال کی کفایت ہو سکے۔ چون کہ یہ گزارا لائیں اپنے آپ کو زکوٰۃ کے لیے وقف کرنے کے باعث ہے، لہذا اسی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ عامل خواہ مال دار ہو، اپنی خدمات کے عوض میں تنخواہ لے سکتا ہے، حالانکہ مستحقین کی دیگر اقسام میں فقیر محتاج ہونا شرط ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جن مال دار افراد کے لیے زکوٰۃ لینا جائز قرار دیا ہے، عامل زکوٰۃ ان میں شامل ہے۔ حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”غنی کے لیے صدقہ لینا جائز نہیں ہے، سوائے ان پانچ افراد کے:

① اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا ② عامل زکوٰۃ ③ مقرر یا تادان میں پھنسا ہوا

④ وہ آدمی جو زکوٰۃ کی چیز اپنے مال کے بدلے میں خرید لے ⑤ وہ آدمی جس کا پرہیز مسکین جو زکوٰۃ کا مستحق ہو، وہ صدقہ کے طور پر ملی ہوئی چیز اس غنی کو بھیج دے۔۔۔“

[ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ، باب من یجوز له اخذ الصدقۃ و هو غنی]

یاد رہے کہ باوجود اس کے کہ اسلامی ریاست کے سربراہ کی ذمہ داری ہے کہ وہ ادارہ زکوٰۃ کی تشکیل کا اہتمام کرے مگر اس خدمت کے عوض میں خود سربراہ مملکت، اس کے گورنرز، وزراء اور مشیر وغیرہ مال زکوٰۃ میں سے تنخواہیں اور اعزازی وصول نہیں کر سکتے، کیوں کہ وہ عاملین میں شمار نہیں ہوتے۔ عاملین صرف وہی افراد ہیں جو براہ راست امور زکوٰۃ سے متعلقہ انتظامی ڈھانچے میں خدمت سرانجام دے رہے ہوں۔

عاملین کے تقرر کی ضرورت

زکوٰۃ کی وصولی اور اس کی تقسیم کے لیے ایک ادارے کی تشکیل و اہتمام، اسلامی ریاست کے فرائض اور ذمے داریوں میں سے ایک ذمہ داری ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عاملین بھیجا کرتے تھے۔ عاملین کے تقرر اور انہیں زکوٰۃ کی وصولی کے لیے بھیجنے کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ بعض لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ کا صحیح حساب کتاب نہیں کر سکتے، عامل کا کام ہے کہ وہ ایسے لوگوں کے پاس جا کر ان کے مال کا حساب کر کے انہیں راہنمائی مہیا کرے۔ بعض لوگ اپنے طبعی بخل کی وجہ سے زکوٰۃ نہیں نکالتے، اس لیے عاملین ان سے جا کر وصول کرنے کی ذمہ داری سرانجام دیتے ہیں۔ فصول اور پھلوں کے تیار ہونے پر عاملین کو بھیجا جانا ضروری ہے،

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۷۴ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
ذریعہ ہے، وہاں اس منصب اور مرتبے کا تقاضا ہے کہ محکمہ زکوٰۃ کے ملازمین میں اہلیت ہو اور دلوں میں
اللہ کا ڈر سایا ہوا ہو۔ دیانت دار ہوں اور عوام الناس کی خدمت اور فلاح و بہبود کے جذبے سے
سرشار ہوں۔ علاقائی اور محلے کی سطح پر بنائی گئی کمیٹیوں کے ممبرز، سیاسی وابستگی اور سرداری کی
خواہش سے بالاتر ہو کر حاجت مندوں کی خدمت کریں۔ جو شخص اس عہدے کو اپنے لیے ایک نفع بخش
ذریعہ روزگار سمجھے اور اس سے معاشرتی اثر و رسوخ اور ووٹ حاصل کرنے کا خواہش مند ہو، وہ
اس عہدے کا اہل نہیں ہو سکتا۔

عامل زکوٰۃ کے لیے سب سے بڑا اور اہم معیار دیانت داری کا وصف ہے۔ محکمہ زکوٰۃ کے
خیانت کار ملازمین اور جعل سازی کے ذریعے غیر مستحق لوگوں کو زکوٰۃ سے مال دلوانے کا جرم
کرنے والے اہل کار، رسول اللہ ﷺ کی یہ تنبیہات پیش نظر رکھیں:

حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا،
آپ ﷺ نے فرمایا:

ہم جس کسی کو عامل بنائیں اور وہ اس میں سے ایک سوئی بھی چھپالے، تو یہ خیانت ہوگی،
جسے قیامت کے روز لاکر پیش کرنا پڑے گا۔ یہ سن کر ایک سیاہ فام شخص اٹھا۔ حضرت عدی رضی اللہ عنہ
بیان کرتے ہیں، گویا میں اسے اب بھی دیکھ رہا ہوں۔ وہ عرض گزار ہوا، یا رسول اللہ! آپ مجھ سے
اپنا کام واپس لے لیجیے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں کیا ہوا؟ اس نے عرض کی: میں نے آپ کو اس طرح کی
بات فرماتے ہوئے سنا ہے۔ حضور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹھیک ہے اور میں اب بھی کہتا ہوں
کہ جس شخص کو ہم عامل بنائیں اسے جو بھی ملے، کم ہو یا زیادہ، وہ لے آئے، پھر جو اس میں سے دیا جائے
وہ لے لے اور جس چیز سے روک دیا جائے اس سے رک جائے۔ [مسلم، کتاب الامارۃ]

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے عامل مقرر فرما کر بھیجا
اور فرمایا: اے ابو مسعود! جاؤ، کہیں ایسا نہ ہو کہ قیامت کے روز میں تجھے اس حالت میں ملوں کہ تم
اس طرح آؤ کہ تمہاری پیٹھ پر زکوٰۃ کا اونٹ لدا ہوا ہو جو تم نے زکوٰۃ کے مال سے چرایا ہو اور وہ
اونٹ بلبلارہا ہو۔ ابو مسعود نے عرض کیا کہ اگر ایسا ہے تو میں عامل نہیں بنتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا:
میں تجھے مجبور نہیں کروں گا (یعنی اگر اپنے آپ پر اعتماد ہے تو ٹھیک، ورنہ عامل نہ بننا بہتر ہے۔

[ابوداؤد، کتاب الخراج و الفیء و الامارۃ]

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ایک آدمی کو صدقات پر عامل بنایا
ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیرہ شریف ۷۶ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
جو بخواسد قبیلے کا تھا اور وہ ابن الاثیر کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ پس جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا
کہ یہ مال آپ کا ہے اور یہ مال مجھے تحفے میں ملا ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ منبر پر جلوہ افروز ہوئے
اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنایان کی، پھر فرمایا:

عامل کا کیا حال ہے، ہم اسے بھیجتے ہیں تو آکر کہتا ہے کہ یہ مال آپ کے لیے ہے اور یہ
میرے لیے ہے۔ پس کیوں نہ وہ اپنے ماں باپ کے گھر میں بیٹھ رہا اور انتظار کرتا کہ کوئی اسے
تحفہ دیتا ہے یا نہیں؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر کسی نے کوئی چیز رکھی تو
قیامت کے دن اسے اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے آئے گا۔ اگر وہ اونٹ ہوا تو بلبلارہا ہوگا، گائے ہوئی
تو ڈکر رہی ہوگی، بکری ہے تو میاتی ہوئی آئے گی۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے ہاتھ مبارک بلند فرمائے، یہاں تک کہ ہم نے بغلوں کی سفیدی دیکھی
اور تین مرتبہ یوں کہا: میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا۔ [بخاری، کتاب الاحکام، باب ہدایا العمال/
ابوداؤد، کتاب الخراج و الفیء و الامارۃ، باب ہدایا العمال]

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ محکمہ زکوٰۃ کے ملازمین کی بنیادی اہلیت یہ ہے کہ وہ دیانت دار ہوں،
خائن نہ ہوں اور اپنے اس عہدے کو دنیاوی مفادات کے حصول کا سبب نہ بنائیں۔ اس بنیادی
وصف کے علاوہ، محکمہ زکوٰۃ میں ملازمت کی اہلیت کے ضمن میں تجویز ہے کہ:

● عامل زکوٰۃ، احکام زکوٰۃ سے باخبر ہو۔ جن امور میں مسائل و احکام کی ضرورت پیش نہیں آتی
اور اہل کار اپنے متعین دائرہ کار میں کام کرتا ہے، ان عہدوں پر فائز ہونے کے لیے
احکام زکوٰۃ کا علم ہونا ضروری نہیں ہے، جیسے کلیریکل پوسٹیں۔ لیکن مرکزی نوعیت کے عہدے
کہ جہاں زکوٰۃ دہندگان اور زکوٰۃ وصول کنندگان کے متعلق اور نظم زکوٰۃ کے بارے میں
کلیدی فیصلے کیے جاتے ہوں، وہاں ضروری ہے کہ آفسرز، زکوٰۃ کے مسائل سے آگاہ ہوں
تا کہ قرآن و سنت اور فقہی احکام کی روشنی میں فیصلے کر سکیں اور فوری نوعیت کے جدید مسائل زکوٰۃ
کے بارے میں اجتہاد کر سکیں۔ اسی طرح مقامی سطح کی کمیٹی کے چیئرمین اور ممبران کے لیے
بھی ضروری ہے کہ وہ مسائل زکوٰۃ کی ضروری جزئیات جانتے ہوں، تا کہ تقسیم زکوٰۃ کے
مرحلے میں کوئی دانستہ یا نادانستہ شرعی بے ضابطگی نہ ہونے پائے۔

و لا یبعث الا حراً عدلاً فقیہاً یستطیع ان یجتہد فیما یرعز من

مسائل الزکوٰۃ و احکامہا۔۔۔ [ابن العربی، احکام القرآن، جلد ۲، صفحہ ۶۲]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَكَ
 ”اور آزاد، عادل اور فقیر کے علاوہ کسی کو عامل نہ بنایا جائے تاکہ وہ مسائل و
 احکام زکوٰۃ کے ضمن پیش آنے والے معاملات میں اجتہاد کر سکے۔“۔۔۔

39

عامل لیے ایک شرط یہ بھی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا قرابت دار نہ ہو، یعنی اس کا تعلق
 سادات سے نہ ہو۔ یہ خاندان نبوت کی تعظیم و توقیر کی وجہ سے ہے۔ چونکہ زکوٰۃ کا مال لوگوں کے
 مال کا میل بکھیل ہے لہذا حضور ﷺ کے قرابت داروں کے اکرام و احترام کا تقاضا ہے کہ انہیں
 اس سے دور رکھا جائے۔ ہاں، اگر وہ رضا کارانہ خدمت انجام دینا چاہیں تو اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔
 یوں ہی اگر بیت المال کے غیر زکوٰۃ فنڈ سے یا کسی اور مد سے انہیں تنخواہ دی جائے تو بھی جائز ہے۔
 گویا آل رسول (ﷺ) یا ہاشمی کو عامل بنانے میں اس کے علاوہ کوئی رکاوٹ نہیں کہ مال زکوٰۃ میں سے
 انہیں دینا جائز نہیں ہے۔ اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ ملاحظہ ہوں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نوفل بن حارث نے اپنے دو صاحب زادوں کو
 رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا اور کہا کہ اپنے چچا جان کی خدمت میں جاؤ، ممکن ہے کہ وہ
 صدقات کی وصولی پر مقرر فرمادیں۔ دونوں نے حاضر خدمت ہو کر اپنا مقصد حاضری عرض کیا۔
 حضور ﷺ نے دونوں سے فرمایا:

تم اہل بیت کے لیے صدقات میں سے کچھ لینا جائز نہیں ہے کیوں کہ وہ
 لوگوں کے ہاتھوں کا میل ہے۔ [کنز العمال، رقم: ۱۶۵۳۰]

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ
 حضور نبی اکرم ﷺ سے اس بات کی درخواست کریں کہ وہ آپ کو صدقات پر عامل مقرر فرمادیں۔
 ان کے عرض کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

میں تمہیں لوگوں کے گناہوں کے دھوون پر مقرر نہیں کروں گا۔ [کنز العمال، رقم: ۱۶۹۶۲]

[جاری ہے]



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ کے احاطہ مزار کے بعد
 حضرت عبد اللہ شاہ غازی قدس سرہ کے دربار پر دھماکے؟

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ

طیبہ ضیاء چیمہ

حضرت عبداللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ ۷۲۰ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور بحیثیت ایک تاجر
 سندھ پہنچے تھے۔ آپ کا نسب آقائے نام دار ﷺ سے ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ شاہ غازی کے والد
 امام محمد بن عبداللہ نفس زکیہ، سیدنا حضرت امام حسن بن علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی اولاد میں سے تھے۔
 خلفاء راشدین کے دور خلافت کے بعد اموی دور حکمرانی اور پھر عباسیوں کا دور خلافت شروع ہوا،
 ان دونوں ادوار میں اہل بیت پر بے حد مظالم ڈھائے گئے۔ نبی کریم ﷺ کے خاندان نے
 قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، بے دردی کے ساتھ شہید کر دیے گئے۔

۱۳۶ ہجری میں جب حضرت عبداللہ شاہ غازی کے والد امام محمد بن عبداللہ نفس زکیہ نے
 مدینہ منورہ سے علوی خلافت تحریک شروع کی تھی، تو بنو امیہ کی حکومت زوال پذیر ہو چکی تھی۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
محمد نفس زکیہ نے اپنے بھائی ابراہیم عبد اللہ بن حسن کو اس ضمن میں بصرہ روانہ کر دیا۔ اس زمانے میں
سادات کے ساتھ انتہائی ظالمانہ رویہ روا رکھا جاتا تھا، اس ظلم کے کئی واقعات معروف ہیں۔ محمد بن
عبد اللہ نفس زکیہ نے بنو امیہ کے خلیفہ مروان ثانی کے عہد میں بنو ہاشم کے اکثر بزرگوں سے
بیعت لے لی تھی۔ بنو عباس کے خلیفہ دوم ابو جعفر منصور کے عہد حکمرانی میں انہوں نے اہل حجاز سے
خفیہ بیعت لینے شروع کر دی۔ منصور کو علم ہوا تو اس نے امام نفس زکیہ کو ایک خط لکھا کہ اگر وہ
اپنے ارادوں سے باز آجائیں تو انہیں عمر بھر کے لیے بیش بہا انعامات اور وظائف دیے جائیں گے
مگر محمد نفس زکیہ نے منصور کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔ اس پر خلیفہ منصور نے ایک لشکر جرار بھیجا، جس نے
مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ محمد نفس زکیہ بھی اپنے چار سو جانثاروں کے ساتھ لڑنے کے لیے نکلے اور ایک
مختصر لڑائی کے بعد شہید ہو گئے۔ دوران لڑائی آپ نے اپنے بیٹے عبد اللہ شاہ غازی کو اپنے بھائی کے پاس
بصرہ بھیج دیا، آپ کے چچا ابراہیم علی بھی شہید کر دیے گئے۔ عبد اللہ شاہ غازی وہاں بصرہ سے
۶۰ء میں سندھ پہنچ گئے۔ آپ خلیفہ منصور کے دور میں سندھ تشریف لائے تھے۔ آپ کی سندھ آمد
کے ضمن میں دو قسم کے بیان تاریخ میں ثابت ہیں، ایک یہ کہ آپ تبلیغ اسلام کے لیے سندھ تشریف لائے تھے
اور دوسرے یہ کہ آپ تجارت کے لیے سندھ آئے تھے۔ جب آپ سندھ آئے تو تجارت کے لیے
اپنے ہمراہ بہت سے گھوڑے بھی لائے تھے۔ آپ کی آمد پر سندھ کے لوگوں نے آپ کے نسب عالی
کی وجہ سے آپ کو بہت عزت و احترام دیا۔ آپ بارہ برس تک تبلیغ اسلام میں سرگرداں رہے اور
مقامی آبادی کے سیکڑوں لوگوں کو مشرف بہ اسلام کیا۔ آپ ایک عظیم ہستی، حسنی و حسینی نسب والے تھے،
آپ کے والد اور چچا کی شہادت کے بعد عباسی خلیفہ منصور کی طرف سے آپ کی گرفتاری کے بھی
احکامات صادر کر دیے گئے۔ گورنر سندھ عمر بن حفص آپ کے حسنی و حسینی منصب عالی کی وجہ سے
آپ کو محفوظ رکھنا چاہتے تھے، لہذا آپ کو ایک ساحلی ریاست میں بھیج کر ایک راجہ کا مہمان بنا دیا۔
راجہ نے آپ کو نہایت عزت و منزلت کے ساتھ اپنے ہاں چار سال مہمان رکھا، اس دوران آپ نے
تبلیغ اسلام کا مشن جاری رکھا اور یہاں بھی سیکڑوں لوگوں کو مسلمان کیا۔ اس زمانے میں آپ پہلے
صوفی بزرگ تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے سندھ میں تبلیغ اسلام کے لیے منتخب کیا تھا۔ سندھ میں سب سے پہلے
حضرت عبد اللہ شاہ غازی نے اسلام کی شمع جلائی تھی۔ اولیاء کرام کے حفاظتی انتظامات منجانب اللہ

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۸۰ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
ہوتے ہیں، آپ کی حفاظت بھی ایک زندہ کرامت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عباسی دور حکمرانی میں عمر بن حفص جیسے
ایک نیک شخص کو سندھ کا گورنر مقرر کر دیا، گورنر نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ تاریخ کی کتب میں
آپ کے حالات زندگی کی زیادہ تفصیل نہیں ملتی۔ آپ اس زمانے کے صوفی بزرگ گزرے ہیں،
جب تصوف پر تحقیق اور تعلیم عام نہ تھی۔ آپ ۷۳ء میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ کراچی،
کلفٹن میں آپ کا مزار ہے۔

حکومت و طرح کی ہوتی ہے، ایک خطہ پر اور دوسری قلب پر۔ خطہ پر کئی لوگ حکمرانی کرتے ہیں
لیکن جس نے قلب فتح کر لیا، قلب اس کا ہو کر رہ گیا۔ جب حاکم دنیا پر حکمرانی کر رہے تھے،
اس وقت اللہ والے دلوں پر حکمرانی کر رہے تھے۔ حاکم زمین فتح کر رہے تھے اور اللہ والے
قلوب فتح کر رہے تھے۔ جس شخص کو جس ولی اللہ سے نور اسلام نصیب ہوا، وہ اس کے آستانے کا
ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ شاہ غازی کا شمار بھی ان فاتحین میں ہوتا ہے، جنہوں نے دلوں پر حکومت کی،
اہل سندھ کے قلوب کو مشرف بہ اسلام کیا۔ لیکن ہم نے ان کے ساتھ کیا کیا؟

داتا صاحب علی جویری رحمہ اللہ کے مزار کے احاطے کے بعد اب حضرت عبد اللہ شاہ غازی رحمہ اللہ
کے مزار پر دھاکے؟؟؟

ہم دہشت گردوں کے بارے میں جاننا چاہتے ہیں، مگر خود کو جاننا نہیں چاہتے۔ بزرگان دین نے
ہمیں مسلمان کیا، لیکن ہم نے انہیں کیا دیا؟ ہم اپنے دہشت گرد خود ہیں، احسان فراموش ہیں،
اپنے دشمن خود ہیں، ناشکر گزار ہیں، اپنے قاتل خود ہیں، بے رحم اور بے حس ہیں، دہشت گردی کے
لہولہان آئینے میں جو عکس دکھائی دے رہا ہے، وہ ہمارا ہی عکس ہے۔ ہم اپنے اعمالوں کے مجرم ہیں،
ہمارے دل مردہ ہو چکے ہیں، حمیت و غیرت سے محروم ہو چکے ہیں، ہمارے دل وہ قبر ہیں
جہاں نہ کوئی دیا نہ دعا۔

[روزنامہ نوائے وقت، لاہور، مورخہ ۱۰ اکتوبر ۲۰۱۰ء]



نور بے شبہ زمین و آسمان کا ہے خدا
مصطفیٰ نے ”طالع لسی“ کا جو فقرہ کہہ دیا
سب سے پہلے جس نے نور مصطفیٰ پیدا کیا
عاصیوں کا بن گیا آمر نگار ان کا خدا
ہے زمین شعر و انشا و ادب کی طرف کی
مزرع نعت نبی میں نخل تحمید و ثنا



میری آنکھوں میں، دماغ و دل کے سب غیبات میں
میری عز و وقار کا، فخر و تنمیں کا سبب
خانہ کعبہ ہے، طیبہ کی گلی ہے رات دن
حمز و نعت مصطفیٰ کی شاعری ہے رات دن



جو سیکھ گیا الفت سرکار میں جینا
ہے حب نبی، خوف خدا قلب میں جس کے
آیا ہے اسے نعت سرائی کا قرینہ
تنویر فزا کیوں نہ ہو اس شخص کا سینہ
ہے ذکر خداوند دوعالم جو لبوں پر
محمود یہی بام عبادت کا ہے زینہ



دنیا و عقبی میں چاہے تو جو اپنی بہتری
پڑھ درود آقا پہ اور کراپے رب کی بندگی



آئے خدایا مجھ کو پیہر کے شہر میں
کیسے نہ رب کعبہ کا ہو اس پہ لطف خاص
آنی تو آخرش ہے گھڑی ارتحال کی
الفت جو دل میں رکھتا ہو آقا کی آل کی



ہمارے سر پہ یہ جو نیلگوں افلاک کی چھت ہے
جو قرآن رب ہر عالم کے حکموں سے عبارت ہے
خدا کی رحمت و رافت کی اک زندہ علامت ہے
تو کردار نبی ہر حرف خالق کی وضاحت ہے
نگاہ لطف ہے محمود خالق کی مری جانب
مجھے حاصل جو حمد و نعت کی خدمت کا خلعت ہے

غرض ساری کتاب ہی انتخاب ہے۔۔۔ صفحات ۱۱۲، ہدیہ ۲۰۰ روپے

ناشر: مدنی گرافکس، عقب مزار قطب الدین ایبک، نیوانارکلی لاہور، فون ۰۴۲-۳۷۲۳۰۰۰

انوار کنز الایمان

کتاب زندہ قرآن حکیم منبع و سرچشمہ رشد و ہدایت ہے۔۔۔ دنیا کی متعدد زبانوں میں اس کے تراجم ہوئے ہیں۔۔۔ اردو میں شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالقادر سے لے کر اب تک بہت سے اہل علم و قلم نے تراجم کیے ہیں مگر جو انفرادیت، محبوبیت اور مقبولیت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمہ اللہ کے ترجمہ کو ملی، وہ کسی اور کے حصہ میں نہ آئی۔۔۔ آپ نے ۱۳۳۰ھ میں ”کنز الایمان“ کے نام سے یہ ترجمہ املا کروایا تھا جو بلاشبہ اسم مسمیٰ اور علم، ادب، عشق، محبت، عرفان، ایمان اور ایمان کا پیش بہانہ ہے۔۔۔ ترجمہ کا کام انتہائی نازک ہوتا ہے، اس کے لیے صرف لغت کافی نہیں بلکہ ایک مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کے لیے زبان و بیان پر مکمل دسترس کی ضرورت ہوتی ہے اور جب ترجمہ کا تعلق کتاب اللہ سے ہو پھر تو یہ انتہائی پیچیدہ

تبصرہ کتب

»تبصرہ کے لیے کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں«

تحمید رحمان

اللہ عز و جل خالق و مالک بھی ہے اور رب العالمین بھی۔۔۔ بندے کا کام یہ ہے کہ وہ اس کی بے حد و حساب نعمتوں پر سراپا سپاس رہے اور حتی المقدور حمد بجالائے۔۔۔ اسی سپاس کی بجا آوری کے لیے شعراء کرام نے حمدیں کہیں، اگرچہ بطور فن اس طرف زیادہ توجہ نہیں دی گئی، یہی وجہ ہے کہ حمد یہ مجموعے بہت کم شائع ہوئے ہیں۔۔۔ عہد حاضر کے سب سے بڑے نعت گو شاعر راجا رشید محمود، جن کے پچاس سے زائد نعتیہ مجموعے چھپ چکے ہیں۔۔۔ اس پر مستزاد یہ کہ انہوں نے نعت اور تنقید نعت پر متعدد گراں قدر مقالات اور کتب تصنیف کیں اور ہر ماہ نعتیہ مشاعرہ اور نعت کے نام سے مجلہ شائع کرتے ہیں، جو فروغ نعت میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔۔۔

انہوں نے نعت کے ساتھ ساتھ حمد کی طرف بھی توجہ دی، انہی کی تحریک پر ماہ نامہ نور الحبیب میں گزشتہ تین چار سال سے ہر ماہ حمد بھی شامل کی جاتی ہے اور اب بعض دیگر ماہ نامے بھی جزوی طور پر اس روش پر گامزن ہوا چاہتے ہیں۔۔۔ محترم راجا صاحب کے اب تک چار حمدیہ مجموعے منظر عام پر آچکے ہیں:

① حمدیں نعت۔۔۔ اس مجموعہ کی ۶۶ منظومات کے ہر شعر میں رب کریم کی حمد و ثنا کے ساتھ ساتھ اس کے محبوب کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی نعت و توصیف بھی ہے۔

② سجود تحیت ③ خدائے شہ زمن اور

④ زیر تبصرہ مجموعہ حمد ”تحمید رحمان“۔۔۔ اس میں بھی اسم اللہ کے اعداد کی نسبت سے ۶۶ حمدیں ہیں، تقریباً ہر حمد میں کوئی نہ کوئی نعتیہ شعر التزاماً شامل ہے، جو راجا صاحب کی نعت سے والہانہ دل چسپی اور سرکار ابد قرار سے محبت و شفقت کی علامت ہے۔۔۔ بطور نمونہ چند اشعار:

یہ سبزہ زار، یہ بوئے، یہ پھول، یہ خوشے کرم یہ سارے ہیں انساں پہ رب العزت کے تعلقات ہیں رب و رسول میں گہرے وہ ان کو چاہتا ہے اور یہ چاہتے ہیں اسے



»ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۸۲ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی لَهُ
اور نازک مرحلہ ہوتا ہے کہ ذرا سی بے احتیاطی پر ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھنے کا احتمال ہوتا ہے، لہذا اس کے لیے
عربی زبان و ادب پر ملکہ راسخ کے ساتھ ساتھ بیسوں علوم میں مہارت تامہ درکار ہوتی ہے۔ اس حوالے سے
دیکھا جائے تو اعلیٰ حضرت کی شخصیت ممتاز نظر آتی ہے، جنہیں ستر سے زائد علوم پر دسترس تھی، لیکن آپ کا
اصل طرہ امتیاز یہ تھا کہ آپ نے قرآن کی روح کو اردو میں منتقل کیا ہے اور عظمت الوہیت اور ادب نبوت کو
طوطا خاطر رکھا ہے جب کہ دیگر بد مذہبوں کے تراجم اس لازمی وصف سے عاری نظر آتے ہیں۔۔۔

گزشتہ سال (۱۴۳۰ھ) ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ کو سو سال مکمل ہونے پر ”رضاریو پوٹنہ“ نے
کنز الایمان نمبر شائع کیا، جسے مفید اور قابل قدر اضافہ کے ساتھ اہل سنت کے نامور صحافی ملک محبوب الرسول قادری
نے نہایت خوب صورت اسلوب میں شائع کیا ہے۔ ملک صاحب دینی، سیاسی اور صحافتی میدان میں
بڑے متحرک اور گونا گوں اوصاف کے حامل ہیں، وہ انٹرنیشنل غوثیہ فورم، انوار رضا لائبریری کے بانی ہیں
اور کئی مفید نمبر اور کتابیں شائع کر چکے ہیں۔۔۔ زیر تبصرہ ۹۴۴ صفحات پر مشتمل عظیم و ضخیم کتاب ”انوار کنز الایمان“
کی اشاعت ان کا لائق تحسین اور قابل تقلید کارنامہ ہے۔۔۔

”انوار کنز الایمان“ حسب ذیل بارہ ابواب اور ضمیمہ پر مشتمل ہے:

باب اول: ترجمہ قرآن: اصول و شرائط

باب دوم: کنز الایمان، منظر و پس منظر

باب سوم: کنز الایمان: علمی و فنی مباحث

باب چہارم: تنقیدات، تعاقبات: کنز الایمان کے خلاف شائع مواد کا تنقیدی جائزہ

باب پنجم: کنز الایمان: لسانی و ادبی مطالعہ

باب ششم: کنز الایمان: دیگر تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ

باب ہفتم: تبصرے و جائزے

باب ہشتم: حاصل مطالعہ: کنز الایمان کے متعلق دانش و روش کے انٹرویو

باب نہم: تفسیرات اور کنز الایمان

باب دہم: کنز الایمان کے فکری اثرات

باب یازدہم: کنز الایمان پر شائع مقالات کا اشاریہ

باب دوازدہم: تراجم کنز الایمان کے عکس

(لیکن اس باب میں صرف حضرت صدر الشریعہ کے قلمی ترجمہ کا عکس شامل ہے)۔ [تبصرہ نگار]

ان ابواب میں نبیرہ اعلیٰ حضرت تاج الشریعہ مولانا اختر رضا خاں قادری، علامہ ارشد القادری،
شیخ الاسلام علامہ مدنی میاں، علامہ عبد الحکیم شرف قادری، فیض ملت علامہ ادیبی، مفتی سید عبدالحمین نعمانی،
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، مولانا محمد حنیف خاں رضوی، مفتی سید شاہ حسین گردیزی، ڈاکٹر غلام بیگی انجم،
ڈاکٹر مجید اللہ، مولانا قمر الزمان عظمیٰ، پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری، علامہ محمد صدیق ہزاروی، مفتی مطیع الرحمن رضوی،
ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۸۴ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
مولانا محمد الیاس اعظمی وغیرہ پاک و ہند کے نامور دانش و روش کے مقالات ہیں۔

ضمیمہ میں مجاہد ملت حضرت مولانا عبد الستار خاں نیازی کا مقالہ ”کنز الایمان کے خلاف سازش اور
ثبت جواب“ اور ”کنز الایمان پر اعتراضات کا علمی محاسبہ“ کے نام سے کتابچہ جو پیر محمد کرم شاہ الازہری نے
خواجہ حمید الدین سیالوی کی فرمائش پر ان کے نام سے عربی میں تحریر کر کے سعودی عرب و امارات کے حکام کو
بھجوا دیا تھا اور دیگر تحریروں اور قطعات تاریخ و اہل علم و قلم کے تاثرات مندرج ہیں۔۔۔ آغاز میں ”میزان حروف“
کے سرنامہ سے ناشر و مرتب ملک محبوب الرسول قادری کا تعارفی مضمون ہے۔۔۔ غرض یہ گراں قدر علمی سرمایہ
لائق مطالعہ ہے، جسے بڑی آب و تاب سے مضبوط جلد، عمدہ کاغذ اور اعلیٰ طباعت کے ساتھ شائع کیا گیا ہے۔۔۔
صفحات: ۹۴۴، ہدیہ: ۵۰۰ روپے

افکار نورانی

قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی سیاسی بصیرت کے حامل جید عالم دین اور بلند پایہ مبلغ اسلام تھے،
انہیں عربی، انگریزی، سواحلی اور دنیا کی دیگر کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔۔۔ وہ ایک باہمت اور
جرات مندر جہنما تھے، جنہوں نے وقت کے جابر حکمرانوں کے سامنے اعلیٰ کلمہ حق کا فریضہ سرانجام دیا۔۔۔
وہ بڑے حاضر جواب تھے، ان کی یہ صلاحیتیں پریس کانفرنسوں میں کہنہ مشفق صحافیوں کے تند و تیز سوالات
کے جواب میں کھل کر سامنے آتیں۔۔۔ زیر تبصرہ سہ ماہی انوار رضا کا افکار نورانی نمبر آپ کے ایسے ہی
فکر انگیز انٹرویوز پر مشتمل ہے، جسے اہل سنت کے نامور صحافی ملک محبوب الرسول قادری نے کتابی شکل میں
مدون کیا ہے۔۔۔ نورانی میاں کے یہ ارشادات علمی و سیاسی حلقوں اور عالمی حالات پر نظر رکھنے والے
دانش و روش کے لیے معلومات کا پیش بھانڈہ اور ہماری ملی، سیاسی، سماجی اور دینی تاریخ کا روشن باب ہیں۔۔۔
آغاز میں ”مولانا شاہ احمد نورانی کا رنگ خطابت“ کے عنوان سے مرتب کتاب کا معلوماتی مضمون بھی
لائق مطالعہ ہے۔۔۔ صفحات: ۴۰۰، ہدیہ: ۳۶۰ روپے

ملنے کا پتا: انٹرنیشنل فورم، انوار رضا لائبریری، بلاک ۴، جوہر آباد، ضلع خوشاب

آواز حق

لیبیا کے شہر بن غازی میں منعقدہ انٹرنیشنل میلاد کانفرنس (۱۴۳۱ھ) میں ملک محبوب الرسول قادری
بھی شامل ہوئے۔۔۔ اس موقع پر کرل معمر قذافی نے جو روح پرور خطاب کیا، اسے ملک صاحب نے
مرتب کر کے اردو میں آواز حق کے نام سے شائع کیا ہے۔۔۔ صفحات: ۲۴، ہدیہ: ۳۰ روپے

حب اہل بیت اور اکابر اہل سنت

تحریر: سید نور محمد قادری ترتیب: سید محمد عبداللہ قادری

باہتمام: ملک محمد محبوب الرسول قادری صفحات: ۲۸، ہدیہ: ۴۰ روپے

پتا: اسلامک میڈیا سنٹر، A-۲۷ دربار مارکیٹ، شیخ ہندی سٹریٹ، لاہور



یادِ رفتگاں

مدیر اعلیٰ

عالم آخرت کی جانب قافلے تیزی سے رواں دواں ہیں۔۔۔ گزشتہ کچھ عرصہ سے تو علماء و صلحا و خطباء اس تیزی سے رخصت ہو رہے ہیں کہ علم و فضل اور وعظ و خطابت کی محفل یک بیک سنسان ہو کر رہ گئی:

اب یاد رفتگاں کی بھی ہمت نہیں رہی
”پیاروں“ نے اتنی دور بسائی ہیں بستیاں

خطیب اسلام صاحبزادہ سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی

بلبل چمک رہا تھا ریاضِ رسول میں

ابھی اہل سنت کے مقتدر علماء کرام علامہ فیض احمد ایسی اور علامہ مفتی غلام سرور قادری کے چہلم بھی نہ ہونے پائے تھے کہ ۶ اکتوبر کی دوپہر کو عالم اسلام کے نامور خطیب پیر سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی بھی داغِ مفارقت دے گئے۔۔۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

موصوف کم و بیش تیس پینتیس سال تک افتخارِ خطابت پر چھائے رہے اور اپنی سحرانگیز خطابت سے لوگوں کے سینوں کو محبتِ رسول، حبِ اہل بیت کرام اور عظمتِ صحابہ عظام سے سرشار کرتے رہے۔۔۔ پیر سید شبیر حسین شاہ حافظ آبادی ۱۹۴۷ء میں گوجرانوالہ کے ایک قصبہ منڈیالہ تیگہ میں پیر سید نواب علی شاہ کے گھر پیدا ہوئے۔۔۔ مختلف مدارس میں جا کر دینی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے ۱۹۷۱ء میں حافظ آباد کی مرکزی جامع مسجد ”الفاروق“ کو اپنی دینی، ملی و سیاسی سرگرمیوں کا مرکز بنایا۔۔۔ آپ کے منفرد طرزِ خطابت، خوش الحانی اور سحرانگیز آواز کی وجہ سے دیکھتے ہی دیکھتے یہاں سامعین کا تانتا بندھنے لگا۔۔۔ واقعہ کر بلا کو آپ نے ایسے دل سوز انداز میں بیان کیا کہ لاکھوں عشاق کی آنکھوں سے آنسوؤں کا نہ رکنے والا سیلاب آج تک جاری و ساری ہے۔۔۔ ملک کے کونے کونے اور شہر شہر سے لوگ آپ کی جادو بھری آواز کی شعلہ نوائی اور منفرد طرزِ خطابت کو سننے کے لیے دیوانہ وار آتے اور پھر اپنے قلوب کو عشقِ رسول، محبتِ صحابہ و اہل بیت سے لبریز کر کے لوٹتے۔۔۔ واقعہ کر بلا کو بیان کرنے میں جو منفرد انداز آپ نے اختیار کیا، اس سے آپ کی شہرت دیکھتے ہی دیکھتے ملک سے نکل کر بیرون ملک بلکہ پوری دنیا میں پہنچ گئی۔۔۔ آپ کی تقاریر کی کیشتیں دنیا کے کونے کونے میں سی جانے لگیں۔۔۔ ہر سال محرم کا چاند دکھائی دیتا تو گلی کوچوں سے لے کر ٹریکٹر ٹریلوں

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۸۶ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ اور محراب و منبر سے آپ کی آواز میں ہندالو کی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجیری رحمہ اللہ کی یہ فارسی رباعی بلند ہونے لگتی:

شاہ است حسین ، بادشاہ است حسین

دین است حسین ، دین پناہ است حسین

پیر سید شبیر حسین حافظ آبادی بارغ و بہار شخصیت تھے، آپ کا محبت بھرا انداز دلوں کو موہ لیتا تھا۔۔۔ بذلہ نبی اور حاضر جوابی میں اپنی مثال آپ تھے۔۔۔

پیر سید شبیر حسین شاہ نے تبلیغِ دین کے سلسلہ میں لاکھوں میل کا سفر طے کیا، آپ نے ایک درجن سے زائد کتب تصانیف کیں، جن میں قرآن پاک کی تفسیر اور شرح بخاری شامل ہیں۔۔۔

انھیں حضرت فقیہ اعظم رحمہ اللہ اور آپ کے ادارہ دار العلوم حنفیہ فریدیہ سے بڑی محبت تھی۔۔۔ ۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۰ء تک کے دو عشروں میں تو بڑی باقاعدگی سے ہر سال عرسِ فقیہ اعظم میں شمولیت کرتے رہے، بلکہ دودن دارالعلوم میں قیام پذیر رہتے۔۔۔ دارالعلوم کے جلیل القدر فرزند

مولانا محمد عارف نوری سے ان کا بڑا یارِ انا تھا۔۔۔ اسی طرح مناظر اسلام مولانا ضیاء اللہ قادری اور مولانا محمد فاضل سے بڑی دوستی تھی۔۔۔ یہ چاروں یارِ دودن اکٹھے رہتے تو گلستانِ محبت میں

عجب بہار دکھائی دیتی۔۔۔ عارضہ قلب میں مبتلا ہونے کے باوجود دارالعلوم کے پروگراموں میں ان کی محدود شرکت کا سلسلہ قائم رہا۔۔۔ وصال سے دو ماہ پہلے ان سے ملاقات ہوئی تو بڑے درد بھرے انداز میں کہنے لگے، دوست داغِ مفارقت دے گئے، اب تمہارہ گیا ہوں۔۔۔

موصوف گونا گوں صلاحیتوں کے حامل تھے۔۔۔ بلاشبہ ان کا جنازہ حافظ آباد کی تاریخ کا بہت بڑا جنازہ تھا۔۔۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرماتے ہوئے انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور ان کے صاحبزادگان، بھائی صاحبزادہ فدا حسین شاہ اور جملہ محبین کو صبر جمیل ارزانی فرمائے۔۔۔

آمین بجاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ اجمعین

علامہ عبد الخالق شمس

شاہ صاحب کے وصال سے اگلے روز ۷ اکتوبر کو دارالعلوم حنفیہ فریدیہ کے ممتاز فاضل مولانا ابوالطاہر عبدالخالق شمس اور چند گھنٹوں بعد ان کے صاحبزادے محمد طیب بھی اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔۔۔

موصوف بہترین صلاحیتوں کے حامل جید عالم دین تھے، تعلیم سے فراغت کے بعد فیضِ بارغ لاہور میں جامعہ شمس کے نام سے دینی ادارہ قائم کیا، جو گزشتہ کم و بیش پینتالیس سال سے تعلیمی خدمات سرانجام دے رہا ہے۔۔۔ مولانا مرحوم چند سالوں سے صاحبِ فراش تھے۔۔۔

اللہ تعالیٰ باپ بیٹے کی مغفرت فرمائے، پس ماندگان کو صبر جمیل ارزانی فرمائے اور ان کے صاحبزادے یا شمس کو ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔۔۔

پیر ڈاکٹر عبد الحمید

پھول نگر (بھائی پھیرو) کے سیاسی، سماجی اور دینی رہنما پیر طریقت پیر ڈاکٹر عبد الحمید اختر سروری قادری راہی ملک بقاء ہو گئے۔۔۔ وہ گونا گوں اوصاف کے حامل تھے، عرصہ تک روزنامہ نوائے وقت کے نمائندہ، پریس کلب ضلع قصور کے جنرل سیکرٹری، جے یو پی، جماعت اہل سنت اور دیگر کئی تنظیمات کے عہدیدار رہے۔۔۔ پنجابی کے نعت گو شاعر بھی تھے اور شاعر اہل سنت صوفی اصغر علی اصغر کے شاگرد تھے۔۔۔ ان کا پنجابی نعتوں کا مجموعہ ”من تھار مدینہ“ اور ترجمہ قصیدہ بردہ شائع ہو چکا ہے۔۔۔ محترم سلطان منیر اور دیگر صاحبزادگان ان کے مشن پر گامزن ہیں، اللہ تعالیٰ موصوف کی مغفرت فرمائے اور انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔۔۔

محمد اقبال نوری

حرمین شریفین، مصر اور بعض دیگر بلاد اسلامیہ کے اسفار کے ساتھی اور بہت پیارے دوست محمد اقبال نوری (بصیر پوری) بھی داغ مفارقت دے گئے۔۔۔ جوان سالی میں ان کی اچانک موت پر اہل خانہ اور احباب سو گوار ہیں۔۔۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں درجات بلند کرے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے۔۔۔ اور

●..... احقر کے بڑے بھائی مولانا ابوالعطاء محمد ظہور اللہ نوری کے پوتے اور صاحبزادہ مولانا عطاء اللہ کے نومولود فرزند وفات پا گئے۔۔۔ اللہ تعالیٰ اس عزیز کو اپنے والدین کی بخشش کا ذریعہ بنائے اور انھیں صبر جمیل سے نوازے۔۔۔

حضرت سیدی فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز کے منظور نظر اور بہت مخلص مریدین میں سے:

۱..... محترم حاجی عبدالرازق نوری، کراچی۔۔۔

۲..... حاجی محمد ابراہیم نوری، دارغہ والا، لاہور۔۔۔

۳..... حاجی محمد عبداللہ نوری، دارغہ والا، لاہور۔۔۔ اور

●..... دارالعلوم کے مستفیض خواجہ مولانا محمد اشرف، وینڈلہ جاگیر۔۔۔

●..... حافظ محمد امین نوری کی والدہ اور نیاز احمد نوری، بصیر پوری کی ساس صاحبہ

●..... مولانا غلام علی، بہاول نگر کی نانی صاحبہ۔۔۔

●..... حافظ نصیر احمد بن مولانا حاجی نذیر احمد نوری (عارف والا) کی خالہ صاحبہ اور عبدالغفار،

لاہور کی والدہ کے سانحہ ارتحال پر بارگاہ رب کریم میں دعا ہے کہ وہ جملہ مرحومین کی مغفرت فرما کر انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر و اجر سے نوازے۔۔۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ وسلم علیہ و علی آلہ و اصحابہ اجمعین



ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر پور شریف ﴿ ۸۸ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

طبی موت..... اور ڈاکٹر کی ذمہ داری

پروفیسر ڈاکٹر نور احمد شاہ تاز

یہ سوال کئی بار ہمارے قارئین ذی وقار کی طرف سے ہمیں موصول ہوا کہ طبی موت کیا ہے اور کسی شخص کو اگر مصنوعی تنفس پر رکھا گیا ہے اور مصنوعی تنفس کے نظام کو ہٹانے سے اس کی موت واقع ہوتی ہے تو یہ طبی موت ہوگی یا قتل؟ آج اس موضوع پر چند نکات پیش خدمت ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ جاننا چاہیے کہ موت سے کیا مراد ہے اور وہ، جسے طبی موت کہا جاتا ہے، وہ کیا ہے؟ بظاہر موت انسان کے اعضاء ربیہ (دل، دماغ، گردے، پھیپھڑے وغیرہ) کے کام چھوڑ دینے کا نام ہے۔ چنانچہ کسی کی موت کی تصدیق اسی وقت کی جاتی ہے جب اس کے دل کی دھڑکن بند ہو جائے، وہ سانس لینا بند کر دے، اس کی نبض ڈوب جائے اور بدن بے حس و حرکت ہو جائے۔ یہ تو موت کی عام صورت ہے، جسے طبی موت کہا جاتا ہے، لیکن طبی موت یہ ہے کہ اطباء (ڈاکٹرز) یہ کہہ دیں کہ یہ شخص انتقال کر چکا ہے۔ یہ صورت اس وقت پیش آتی ہے، جب مریض مسلسل بے ہوشی میں ہوتا ہے اور اسے سانس لینے میں دقت یا دشواری کا سامنا ہوتا ہے۔ بسا اوقات وہ ہوش میں بھی ہوتا ہے مگر اس کے اعضاء ایک ایک کر کے کام چھوڑ رہے ہوتے ہیں، تاہم اس کا نظام تنفس ختم نہیں ہوتا، البتہ سست پڑ جاتا ہے۔ ایسے میں ڈاکٹر کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ اس کے نظام تنفس کو آلات کی مدد سے بحال رکھا جائے اور انہیں یہ امید ہوتی ہے کہ عارضی طور پر

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی لَكَ
آلات تنفس کے ذریعہ اس کے تنفس کو ممکن بنا کر قدرتی نظام کو بحال کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح بسا اوقات
کسی کا دل بیٹری سے چل رہا ہوتا ہے اور وہ زندہ سلامت ہوتا ہے، کسی کے گردے فیل ہو چکے
ہوتے ہیں مگر وہ ڈیالیسیس (Dialysis) پر چل رہا ہوتا ہے۔ اگر ڈیالیسیس کا عمل روک دیا
جائے تو طبی طور پر اس کا ہفتے بھر سے زیادہ زندہ رہنا ممکن نہیں ہوتا۔ ہائی بلڈ پریشر، شوگر اور بعض دیگر
امراض میں بھی مریض دوا پر چل رہا ہوتا ہے، دوا اگر بند کر دی جائے تو طبی طور پر اس کا زندہ
رہنا بظاہر ممکن نہیں ہوتا۔ دماغی ٹیومر یا صدمہ دماغ کی صورت میں جو کسی حادثے کی صورت میں لاحق ہوتا
ہے، وہ مریض بے ہوش ہوتا ہے اور اس کا دماغ کام نہیں کر رہا ہوتا، اسی لیے وہ اپنے قریبی عزیزوں
تک کو پہچان نہیں پاتا لیکن ڈاکٹر اس کی جان بچانے کی کوشش میں لگے ہوتے ہیں اور اس کے دیگر
اعضاء بسا اوقات متاثر ہوتے ہیں اور بسا اوقات کام کر رہے ہوتے ہیں۔

مندرجہ بالا صورتوں میں سے اکثر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مریض نیم مردہ ہے یا مصنوعی زندگی پر
اس کا دار و مدار ہے۔ اس کیفیت سے بعض مریض نکل بھی آتے ہیں اور مکمل طور پر شفا یاب
ہو جاتے ہیں لیکن اکثر کی موت واقع ہو جاتی ہے۔

یہ عرصہ نہ صرف اعزاء کے امتحان و آزمائش کا ہوتا ہے بلکہ ڈاکٹرز کے لیے بھی بسا اوقات اس میں
کڑی آزمائش ہوتی ہے۔ ڈاکٹر کو یہ فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ اسے کب تک مصنوعی نظام مہیا کیا جائے
اور کب ہٹا لیا جائے۔ ہمارے ہاں چوں کہ ہسپتالوں میں مصنوعی نظام حیات کی مشینیں بھی کم ہوتی ہیں،
اس لیے ایک مریض کو زیادہ عرصہ ایک مشین مہیا کرنا ممکن نہیں ہوتا کہ دوسرے مریض منتظر ہوتے ہیں
نیز یہ کہ مریض کے لواحقین کا بھی اور دیگر جہات کا دباؤ بھی ڈاکٹرز کے لیے پریشان کن ہوتا ہے۔
پھر بسا اوقات ڈاکٹر یہ محسوس کرتے ہیں کہ دوسرا مریض جسے مشین مہیا کرنا ضروری ہے، اس کا
مشین کی معمولی مدد کے ذریعہ بچ جانا اس پہلے مریض کی بہ نسبت زیادہ ممکن ہے۔ ان صورتوں میں
ڈاکٹرز کے لیے فیصلہ کرنا خاصا مشکل ہوتا ہے، کیوں کہ وہ جس مریض کو مصنوعی نظام تنفس یا
ڈیالیسیس مہیا کر رہے ہوتے ہیں اس امید سے کر رہے ہوتے ہیں کہ اس کی مدد سے مریض کا
اپنا قدرتی نظام سنبھل کر کارآمد ہو جائے گا۔ مگر جب وہ یہ دیکھتے ہیں کہ مریض انتہائی کمزور ہے،
اس کے دیگر اعضاء اس کا ساتھ چھوڑ رہے ہیں اور صرف مصنوعی نظام تنفس کے ذریعہ ہی وہ
سانس لے رہا ہے، تو وہ یہ نتیجہ باسانی اخذ کر لیتے ہیں کہ مریض سے مصنوعی آلات الگ کرتے ہی
اس کی موت واقع ہو جائے گی۔ ایسے میں وہ مریض کے اعزاء کو ذہنی طور پر تیار کرتے ہیں تاکہ وہ

ماہ نامہ ”نور الحبیب“ بصیر ہود شریف ﴿ ۹۰ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدُوِّ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ
مصنوعی آلات ہٹانے کی اجازت دے دیں اور اعزاء عموماً ایسا کرنے میں متامل ہوتے ہیں، کہ وہ
امید کی آخری کرن تک مریض کی زندگی کی آس لگائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹرز کو
اس صورت میں خود فیصلہ کرنا ہوتا ہے کہ وہ کیا کریں؟ یہاں بعض ڈاکٹرز یہ استفسار کرتے ہیں کہ
اس صورت میں جب کہ مریض مصنوعی آلات سے تو سانس لے کر زندہ ہوتا ہے اور آلات ہٹاتے ہی
وہ مر جاتا ہے تو کیا ڈاکٹرز کا آلات ہٹانا اقدام قتل کے زمرے میں تو نہیں آتا؟ اس سلسلہ میں
مختلف ممالک میں علمی مذاکرے ہوتے رہے ہیں، فقہ اسلامی جدہ اور فقہ اسلامی انڈیا کے علاوہ
پاکستان میں اسلامی نظریاتی کونسل بھی اس پر غور کر چکی ہے۔ ہم یہاں فقہ اسلامی جدہ میں ہونے والے
علمی مذاکرہ کے بعد طے پانے والی قرارداد پیش کرتے ہیں، تاکہ عالمی سطح پر اہل علم کی فکر و رائے
جو تقریباً اجماع کی ایک صورت ہے، سامنے آسکے اور حتمی نتیجہ تک پہنچا جاسکے۔

بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی کی کونسل کا تیسرا اجلاس اردن کے دارالحکومت عمان میں
مؤرخہ ۱۳ تا ۱۷ صفر ۱۴۰۷ھ، مطابق ۱۱ تا ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء منعقد ہوا۔

اس اجلاس میں ”حرکت قلب اور تنفس جاری رکھنے والے آلات“ کے موضوع سے متعلق
تمام پہلوؤں پر بحث ہوئی اور ماہر اطباء کی مفصل توضیحات سنی گئیں۔ اس کے بعد کونسل نے
یہ قرارداد منظور کی:

اگر کسی شخص میں مندرجہ ذیل دو علامتوں میں سے کوئی ایک علامت ظاہر ہو جائے تو

شرعاً اسے مردہ تصور کیا جائے گا اور اس پر موت کے تمام احکام جاری ہوں گے:

① اس شخص کے دل کی حرکت اور تنفس مکمل طور پر اس طرح رک جائے کہ ماہر اطباء یہ کہیں کہ
اب اس کی واپسی ممکن نہیں۔

② اس کے دماغ کے تمام وظائف بالکل معطل ہو جائیں اور ماہر اور تجربہ کار اطباء اس بات کی
صراحت کریں کہ یہ تھقل اب ختم نہیں ہو سکتا اور اس کے دماغ کی تحلیل ہونے لگی ہے۔

ایسی حالت میں محرک حیات آلات کو اس شخص سے ہٹا لینا جائز ہے، خواہ اس کا
کوئی عضو مثلاً قلب، جھض آلے کی وجہ سے مصنوعی حرکت کر رہا ہو۔

و اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

[بشکریہ ماہ نامہ فقہ اسلامی، کراچی]



”چند روز مصر میں“

پر ماہ نامہ ”السعيد“ ملتان کا تبصرہ

مولانا حافظ محمد فاروق خان سعیدی کے قلم سے

صاحب زادہ علامہ مفتی پیر محمد محبت اللہ نوری زید مجدہ، فقیہ اعظم حضرت ابوالخیر مفتی محمد نور اللہ نعیمی نور اللہ مرقدہ کے جانشین، حضرت کے علم و فضل اور روحانی کمالات کے وارث اور تقویٰ و طہارت کی تصویر ہیں۔ وہ ”الولد سر لابیہ“ کا حقیقی مصداق ہیں۔

صاحب زادہ صاحب نے اپنے عظیم و جلیل والد کے علمی و روحانی مشن کو برقرار ہی نہیں رکھا، اپنی خداداد صلاحیتوں سے آگے بھی بڑھایا ہے۔ الحمد للہ! علامہ مفتی محمد محبت اللہ نوری جہاں مسند تریس پر کام یاب مدرس ہیں، میدان افتاء میں بالغ نظر اور ژرف نگاہ مفتی، رشد و ہدایت کی مسند پر عظیم روحانی پیشوا ہیں، وہاں تحریر و تقریر کے بھی بادشاہ ہیں۔

شعر و سخن کے حوالے سے آپ کی صلاحیتیں مسلم ہیں، مبداء فیض نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے۔ صاحب زادہ صاحب کی تحریر ”انشائے لطیف“ کا حسین نمونہ ہوتی ہے، وہ اس قدر حسین و دل نشین نثر لکھتے ہیں کہ قاری دل و دماغ میں فرحت و بالیدگی محسوس کرتا اور یک گونہ لذت و سرشاری میں اترتا چلا جاتا ہے۔ ”چند روز مصر میں“ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، ملک مصر کا سفر نامہ ہے لیکن یہ محض روداد سفر ہی نہیں واقعہ ایک تحقیقی اور علمی گراں قدر دستاویز ہے۔ صاحب زادہ صاحب نے قارئین کو سر زمین مصر پر جلوہ فرما اکابر اسلام، صحابہ کرام، اہل بیت اطہار اور اولیاء عظام کے مزارات مقدسہ کی حاضری کے ساتھ ساتھ ان کے سوانح و افکار اور خدمات و تعلیمات سے بھی روشناس کیا ہے۔ یہ سفر نامہ بیش بہا معلومات کا خزانہ اور علم و ادب اور تصوف و معرفت کے گہر ہائے آب دار کا انمول گنجینہ ہے۔ ذرا اس سفر نامے کے چند عنوانات ملاحظہ فرمائیے:

ہمدرد
سُدوری
Tough
on Cough

کھانسی شکست ہو یا بخمی، سُدوری اپنے نباتاتی اجزاء کی بدولت فوری اثر دکھاتی ہے اور سنبھلنے کی جگہ ان دور کر کے کھانسی کی تکالیف سے مکمل نجات دلاتی ہے۔

FOR COUGH & COLD
Suduri
Hamdard
Manufactured by Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan

ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
شوگر فری میں بھی

اعلیٰ حضرت ﷺ کی زمین میں

”اہلِ صراطِ روح امیں علیہ السلام کو خبر کریں“

لطف و کرم کسی پہ جو خیر البشر ﷺ کریں
جو پیروی سرورِ کل ﷺ میں بسر کریں
پائیں گے التفاتِ خداوندِ ذوالجلال
سننا جو چاہیں حشر میں حرف ”اَنَّا لَهَا“
غیر نبی کی مدح سے ہم لوگ کس لیے
شب بھر ہوں لب پہ سیرتِ سرور کے واقعات
موضوع جب ہو عظمتِ آقا حضور ﷺ کا
لمسِ قدوم آقا ﷺ سے روشن ہوا ہے وہ
دریا بہیں عطائے الہی کے اس طرف
بوئے جود دل میں نخلِ مدح حضور ﷺ کا
”مَا يَنْطِقُ“ کے تجھ پہ معارف اگر کھلیں
مشکل بھی چاہے طاعتِ محبوبِ حق ﷺ لگے
اس سمت ازدحام ہو اہلِ بہشت کا

محمود پہنچے شہرِ پیبر ﷺ میں تو ، جو نبی
تیرے حروفِ انس و عقیدت اثر کریں

راجا رشید محمود



- ۱.....آداب زیارت
 - ۲.....سفر کی مسنون دعائیں
 - ۳.....قاہرہ
 - ۴.....الحسیہ
 - ۵.....سیدہ زینب بنت علی رضی اللہ عنہا
 - ۶.....قرب و جوار کی زیارت
 - ۷.....امام ابن سیرین رحمہ اللہ
 - ۸.....علامہ عینی قسطلانی کا مزار
 - ۹.....سیدہ نفیسہ رضی اللہ عنہا
 - ۱۰.....کتب خانے
 - ۱۱.....جامعۃ الازہر
 - ۱۲.....درگاہ امام شہرانی
 - ۱۳.....شیخ نور الدین شونی رحمہ اللہ
 - ۱۴.....عظیم محدث حافظ ابن حجر رحمہ اللہ
 - ۱۵.....قاہرہ سے باہر کی زیارت
 - ۱۶.....سید احمد بدوی رحمہ اللہ
 - ۱۷.....سید ابراہیم دسوقی رحمہ اللہ
 - ۱۸.....اسکندریہ
 - ۱۹.....شیخ ابوالعباس مرسی رحمہ اللہ
 - ۲۰.....امام بوصیری رحمہ اللہ کی بارگاہ میں
 - ۲۱.....حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ
 - ۲۲.....حضرت دائیال اور حضرت لقمان علیہ السلام
 - ۲۳.....زیارات قاہرہ
 - ۲۴.....امام شافعی رحمہ اللہ
 - ۲۵.....امام طحاوی رحمہ اللہ
 - ۲۶.....حضرت عقبہ بن عامر حضرت ذوالنون مصری رضی اللہ عنہما
 - ۲۷.....حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ
 - ۲۸.....حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر مبارک
 - ۲۹.....عجائب گھر
 - ۳۰.....مصر میں آخری روز
 - ۳۱.....حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
 - ۳۲.....حضرت سیدنا زید بن سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہما
 - ۳۳.....اہرام مصر اور عجائبات عالم
 - ۳۴.....جبل طور
 - ۳۵.....مصر کے عمومی حالات
 - ۳۶.....معمولات اہل سنت
 - ۳۷.....مصر سے واپسی
 - ۳۸.....مصر سے مصرت کی جانب ---
- ”چند روز مصر میں“ ایک روح پرور کیف آور، شان دار بلکہ شاہ کار سفر نامہ ہے، نفیس کمپیوٹرائزڈ کتابت، معیاری طباعت اور مضبوط و جاذب نظر جلد سے مزین ہے۔ سرورق اتنا حسین و دل نشین کہ دیکھ کر آنکھوں میں نور اور دل میں سرور پیدا ہو جائے۔
- ”چند روز مصر میں“ پاکستان کی تمام لائبریریوں اور ہر باذوق گھر میں پہنچنی چاہیے، ہم ”السعد“ کے اہل نظر قارئین سے اس کے مطالعے کی پرزور سفارش کرتے ہیں۔
- [ماہ نامہ السعد، ملتان، ستمبر ۲۰۱۰ء]



اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَكَ

نقشہ اوقات نماز برائے بصیر پور شریف ومضافات --- ماہ نومبر

تاریخ	صبح صادق، ابتدائے فجر و ختم سحری	طلوع، آفتاب، انہائے فجر	ضحیٰ کبریٰ	ابتداء وقت ظہر	انہ مشل اول	انہ شمس دوم آفتاب وقت عصر	غروب آفتاب	وقت عشاء
-	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا	منٹ گھنٹا
1	00 05	23 06	09 11	51 11	35 02	41 03	18 05	41 06
2	01 05	24 06	09 11	51 11	35 02	40 03	18 05	40 06
3	01 05	25 06	09 11	51 11	35 02	40 03	17 05	39 06
4	02 05	26 06	09 11	51 11	35 02	39 03	16 05	38 06
5	03 05	27 06	09 11	51 11	35 02	38 03	15 05	37 06
6	03 05	27 06	09 11	51 11	33 02	38 03	14 05	37 06
7	04 05	28 06	09 11	51 11	33 02	37 03	14 05	36 06
8	05 05	29 06	09 11	51 11	33 02	37 03	13 05	36 06
9	05 05	29 06	09 11	51 11	33 02	36 03	13 05	35 06
10	05 05	30 06	09 11	51 11	33 02	36 03	12 05	35 06
11	07 05	31 06	09 11	51 11	32 02	35 03	11 05	34 06
12	07 05	32 06	09 11	51 11	32 02	34 03	10 05	33 06
13	08 05	33 06	09 11	51 11	32 02	33 03	09 05	33 06
14	09 05	33 06	09 11	51 11	32 02	33 03	09 05	33 06
15	09 05	34 06	09 11	52 11	32 02	32 03	08 05	33 06
16	10 05	35 06	09 11	52 11	32 02	32 03	08 05	32 06
17	11 05	36 06	09 11	52 11	31 02	31 03	07 05	32 06
18	12 05	37 06	09 11	52 11	31 02	31 03	07 05	32 06
19	13 05	38 06	09 11	52 11	31 02	30 03	06 05	31 06
20	14 05	39 06	10 11	53 11	31 02	30 03	06 05	31 06
21	14 05	40 06	10 11	53 11	31 02	30 03	06 05	31 06
22	15 05	40 06	10 11	53 11	31 02	29 03	05 05	31 06
23	16 05	41 06	10 11	53 11	30 02	29 03	05 05	30 06
24	17 05	42 06	10 11	54 11	30 02	29 03	04 05	30 06
25	17 05	43 06	10 11	54 11	31 02	28 03	04 05	30 06
26	18 05	44 06	11 11	54 11	31 02	28 03	04 05	30 06
27	19 05	44 06	11 11	55 11	31 02	28 03	03 05	30 06
28	19 05	45 06	11 11	55 11	31 02	27 03	03 05	30 06
29	20 05	46 06	11 11	55 11	31 02	27 03	03 05	29 06
30	21 05	47 06	12 11	55 11	32 02	27 03	03 05	29 06

ماہ نامہ "نور الحبیب" بصیر پور شریف ﴿ ۹۶ ﴾ ذوالحجۃ المبارک ۱۴۳۱ھ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ بِعَدْوِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ